سن تاسیس 1956ء

جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

الحماد

کراچی

شمارہ نمبر 08 | جلد نمبر 27

شعبان المعظم 1442ھ | اپریل 2021ء

OXO
POWER
1st DETERGENT
With Fabric Protection*
Removes All Tough Stains
with Fabric Protection
Clean Action
ہر قسم کے ضدی داغ نکالنے کے ساتھ ساتھ
آپ کے کپڑوں کو رکھے نیا کا نیا!!!
1st DETERGENT
With Fabric Protection*
OXO
POWER
Removes All Tough Stains
with Fabric Protection
1kg
OXO POWER comes with STAIN REMOVAL & FABRIC PROTECTION ENZYMES which targets fibers to:
• Prevents pills (رُوواں/بُر) • Maintains new looks of clothes • Helps to keep clothes smoother, softer and comfortable

ماہنامہ الحماد کراچی

REG.NO. M.C 898

شمارہ نمبر 08 — جلد نمبر 27

شعبان المعظم 1442ھ — اپریل 2021ء

بیرون ملک نمائندے

- قاری محمد اقبال صاحب مکہ مکرمہ
- مولوی محمد حیات صاحب مدینہ منورہ
- مولانا حبیب البشر صاحب جدہ
- شیخ مطیع الرحمٰن صاحب جدہ
- جناب احفاظ الرحمٰن صاحب (امریکہ)
- جناب حاجی محمد یونس صاحب (انگلینڈ لندن)

مدیر منتظم

مولانا شاہد عبداللہ صاحب مدظلہ

مدیر مسؤل

مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

مجلس مشاورت

- مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ
- مولانا ناصر عبداللہ صاحب مدظلہ
- مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب مدظلہ
- پروفیسر مصباح العرفان صاحب

ترتیب و تصحیح

مولانا احسان اللہ غنی حفظہ اللہ — مولانا حمید الرحمٰن حفظہ اللہ

ترئین و کمپوزنگ: انیس یوسف حفظہ اللہ

طابع: الجنّت پرنٹنگ پریس

مقام اشاعت: جامعہ حمادیہ

بیاد: مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: پیر طریقت رہبر شریعت یادگار اسلاف حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صدر: حضرۃ مولانا قاسم عبداللہ صاحب مدظلہ

ایک نمازی کی جگہ بنوائیں تا قیامت ثواب پائیں

جامع مسجد ظفر کی توسیع کا کام جاری ہے، جسمیں ایک نمازی کی جگہ 32,000 روپے میں تعمیر ہو رہی ہے۔
آپ تمام حضرات اپنے لئے اور اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے مصلّی خریدیں اور جنت میں گھر بنوائیں۔

نوٹ! نقد رقم یا تعمیراتی سامان بھی تعاون کا بہترین ذریعہ ہے۔

FOR ONLINE DONATION
AC Title. HAMEED UR REHMAN QASIM
AC No. 99860104395869

ایم سی 1353 گرین ٹاؤن نزد عظیم پورہ کراچی

قیمت فی پرچہ: اندرون ملک =/35 روپے

زر سالانہ: اندرون ملک =/400 روپے — بیرون ملک USD: 35$

اکاؤنٹ نمبر: 944-9
مسلم کمرشل بینک
شاہ فیصل کالونی برانچ کوڈ 1036

بذریعہ جاز کیش JazzCash
+92-300-1201016

جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان — www.JamiaHammadia.com — Jamia Hammadia Karachi, Pakistan

ای میل برائے معلومات: Write@JamiaHammadia.com
ای میل برائے ماہنامہ الحماد: Mahnama@JamiaHammadia.com
ای میل برائے فتوی دار الافتاء: Fatwa@JamiaHammadia.com
+92-21-34588024

فہرست

بصیرت وبصارت

سوشل میڈیا معاشرے کی اصلاح کا موثر ہتھیار — 03

حضرت مولانا قاسم عبداللہ صاحب

نور ہدایت

تفسیر سورۃ اعراف ﴿آیت نمبر 127 تا 141﴾ — 08

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نوراللہ مرقدہ

مشکوٰۃ نبوت

بدامنی اور خون ریزی — 13

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نوراللہ مرقدہ

مقالات ومضامین

18 — مدارس کے نئے وفاق حقائق ونتائج — مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب

22 — (قسط نمبر ۱) کتبِ شمائل ودلائل سیرتِ طیبہ کے مصادر — ڈاکٹر فہد انوار صاحب

32 — تاخیر سے شادی بربادی ہی بربادی — انتخاب: مولانا احسان اللہ غنی صاحب

35 — مسجد اور ڈھول کی تھاپ — مولانا اسماعیل صاحب

39 — گوشۂ خواتین — محترمہ منفوسہ صاحبہ

42 — سنہرے نقوش — حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

52 — خودکشی اور ہمارا معاشرہ — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

58 — جامعہ کے شب وروز — حضرت مولانا احسان اللہ غنی صاحب

دارالافتاء

61 — حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

نوٹ! مقالات ومضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (ادارہ)

اداریہ

سوشل میڈیا معاشرے کی اصلاح کا موثر ہتھیار

حضرت مولانا قاسم عبداللہ صاحب

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبعد

آج دنیا ایک گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی جس تیز رفتار کے ساتھ ترقی کررہی ہے، ماضی میں اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انسانی زندگی میں ابلاغ وترسیل کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ ذرائع ابلاغ میں سوشل میڈیا کا استعمال آج کل سب سے زیادہ اہم ہے، دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہونے والا کوئی بھی واقعہ سوشل میڈیا کے ذریعے پل بھر میں کروڑوں لوگوں تک پہنچ جاتا ہے۔ سوشل میڈیا اس وقت ہر انسان کے زیر استعمال ہے جس میں سب سے زیادہ فیس بک، ٹوئٹر، انسٹاگرام، واٹس ایپ، ایم ایم ایس اور ایس ایم ایس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اب تو میڈیا بھی سوشل میڈیا کے بغیر ادھورا ہے۔ موجودہ دور میں سوشل میڈیا کو ذہن سازی کا ریموٹ کنٹرول کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ سوشل میڈیا کو معاشرے میں ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ سوشل میڈیا کا بنیادی مقصد زندگی میں سہولت، مثبت سمت میں سفر اور تعمیری کاموں میں معاونت ہے۔ سوشل میڈیا امن، تعلیم اور شعور کے پرچار کا بہترین اور آسان ترین ذریعہ ہے۔

ذرائع ابلاغ کو انسانی زندگی میں کتنا بڑا اور اہم مقام حاصل ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں ان آیتوں کا مطالعہ کرنا چاہیے جن سے اسلام کے داعیانہ پہلو پر روشنی پڑتی ہے جیسا کہ: **ادع الی سبیل ربک** (النحل)، **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر** (آل عمران)، **کنتم خیر امةاخرجت للناس تامرون**

بالمعروف و تنهون عن المنكر (آل عمران)،واذكر فان الذكرى تنفع المومنين (ذاریات)۔اور حدیث شریف ''نضر الله امرا سمع مقالتي الخ'' وغیرہ سے اسلام کے آفاقی پیغام کے ابلاغ وترسیل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیا اس کی وسیع اور عالمی پیمانے پر دعوت واشاعت، سائنس وٹیکنالوجی کے اس دور میں سوشل میڈیا کے سہارے کے بغیر ممکن ہے؟۔

اسلام میں ذرائع ابلاغ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام کے ذریعے عوام الناس تک سچی اور صحیح خبر پہنچائی جائے ۔ذرائع ابلاغ کے ذریعے صرف ایسی معلومات کی اشاعت کرنی چاہیے جن سے سامعین اور قارئین کے اندر نیکی اور تقوی کا عنصر پیدا ہو۔ اسلام میں اظہار رائے کی آزادی محض انسانی حق ہی نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کا ایک دینی اور اخلاقی فرض بھی ہے۔ابلاغ وترسیل اگر سچ پر مبنی ہوگا تو معاشرے میں اچھی اقدار کو فروغ اور استحکام ملے گا اور معاشرہ ایک مثبت سمت میں آگے بڑھتا جائے گا۔ ابلاغ میں کذب کی ملاوٹ ہوگی تو معاشرے میں ہر طرف نفرت، انتشار، بے چینی اور پریشانی کا ماحول پیدا ہوگا۔ ابلاغ وترسیل میں صدق عمل،اور پیغمبرانہ روش کا ہونا ضروری ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سب سے بڑی ذمہ داری ابلاغ صدق ہے جسے وہ اپنے اپنے عہد میں نبھاتے رہے ہیں۔

قرآن کریم "ابلاغ" کے ساتھ "ابلاغ مبین" کی بات کرتا ہے ۔ابلاغ مبین سے معاشرے کے افراد کے اقوال واعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس وقت اس بات کی کی اشد ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا کا اچھے مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے ،اس کی مضرتوں سے نئی نسل کو بچایا جائے ۔کیوں کہ جن چیزوں میں نفع اور نقصان دونوں پہلو ہوں اور اس ذریعے کو بالکل ختم کر دینا ممکن نہ ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے اس کو مفید طریقے پر استعمال کرنا اور اس کے نقصان دہ پہلو سے بچنا ضروری ہے مثلاً جس چاقو سے کسی جانور کو حلال طریقے پر ذبح کیا جا سکتا ہے، اور کسی بیمار کو نشتر لگایا جاسکتا ہے وہی چاقو کسی بے قصور کے سینے میں پیوست بھی کیا جا سکتا ہے تو ہمارے لیے یہاں یہ راستہ ہے کہ ہم چاقو کے صحیح استعمال کی تربیت حاصل کریں ۔لہذا ہم سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف ایسے پروگرامز کا انعقاد کریں جو عوام الناس کے لئے

نفع بخش ہوں، جس سے عوام و خواص رہنمائی حاصل کر سکیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "حکمت کی بات بندہ مومن کی گمشدہ متاع ہے اسے جہاں پاتا ہے اٹھا لیتا ہے" (ترمذی شریف)۔سوشل میڈیا برائی اور اچھائی کا مشترکہ مجموعہ ہے لہذا اس کا استعمال احتیاط سے کرنا ہماری ذمہ داری ہے ۔یہ فیصلہ اب ہمارے اوپر منحصر ہے کہ آیا اس کے مثبت استعمال سے دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی سنوار لیں یا دونوں جہانوں کی ناکامی اپنے سر لے لیں۔سائنس کے اس ترقی کے دور میں پیغام رسانی کے جتنے طریقے رائج ہیں سب سے معاشرے کی اصلاح کا کام لیا جا سکتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان اپنی ذمہ داری کا احساس کرے۔ میڈیا کی سب سے بڑی ذمہ داری معاشرے کی ترقی اور اصلاح ہے اور معاشرتی اور انسانی اقدار کا تحفظ اور ان کا شعور دینا بھی میڈیا کی ذمہ داری ہے۔

مسلم معاشرے میں جو ذمہ داری ایک فرد کی ہے وہ اجتماعی صورت میں میڈیا کی ہے لہٰذا میڈیا کا کردار غیر جانبدارانہ اور مصلحانہ ہونا چاہیے۔ اس کے کردار میں معلمانہ اور منصفانہ پہلو غالب ہونا چاہیے، حق شناسی اس کا شعار اور باطل شکنی اس کی پہچان ہونی چاہیے۔لیکن اس کے برعکس آج الیکٹرونک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا یا سوشل میڈیا ہر ایک اسلام اور مسلمانوں کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ مصروف عمل ہے۔خصوصاً ہمارے ملک میں میڈیا کا کردار مسلمانوں کے منفی پہلو کو اجاگر کرنے میں دن رات مصروف ہے۔ اس لیے ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کو معاشرے کے سنوارنے اور اسے صالح بنانے میں استعمال کریں۔ خاص طور پر میڈیا نے نوجوان نسل کو سب سے زیادہ اپنی طرف مائل کیا ہے اس لئے نوجوانوں کی سوچ اور نفسیات کو سمجھنے کے لئے اس کا مثبت استعمال بہت ضروری ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں بے پناہ قدرتی صلاحیت موجود ہے لہذا سوشل میڈیا کو موثر انداز میں نوجوانوں کی رہنمائی کے لیے استعمال کرنے کے لیے ہر ممکن اقدام کرنے چاہیے۔سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے نوجوانوں کی زندگی میں غیر معمولی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔

آج میڈیا فحاشی و عریانی کے کلچر کو فروغ دے رہا ہے جس کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل تباہ و برباد

ہورہی ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو مغربی کلچر، فلموں اور ان کے اداکاروں کے بارے میں پوری معلومات ہیں مگر انہیں اپنی روایات، مذہب اور تہذیبی اقدار کے بارے میں علم نہ ہونے کے برابر ہے۔دوسری طرف صرف انٹرنیٹ پر غیر اسلامی دنیا اپنی اجارہ داری قائم کر چکی ہے اس لیے وہ جو چاہیں جیسا چاہیں کرتے ہیں۔ غیر مسلموں نے اس طرح اپنا جال پھیلا رکھا ہے کہ ترقی پسند، روشن خیال اور ماڈرن مسلمان ان کے دام فریب میں پھنستے چلے جارہے ہیں، اسلام کے نام پر غیر مسلم دنیا اپنی ویب سائٹس بنا رہی ہے، آپ کسی بھی کمپنی کے سرچ کو اسلامک ویب سائٹ کے بعد کلک کیجئے تو لاکھوں کی تعداد میں ویب سائٹس کے بارے میں نتیجہ سامنے آئے گا کہ اسلام کے نام پر اتنے ویب سائٹس انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ان سائٹس کی کثرت ہی نہیں بلکہ ان پر جو کام ہوئے ہیں یا جس طرح کے پروگرام ترتیب دیے گئے ہیں ان سے اندازہ لگانا ایک عام مسلمان ہی کے لیے نہیں بلکہ پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے بھی مشکل ہے کہ واقعی ویب سائٹس کو کسی مسلمان، مسلمان جماعت یا مسلمان ادارے نے بنایا ہے یا کسی غیر مسلم تحریک کا بنایا ہوا ہے۔

انٹرنیٹ نے تو انسانیت کو بالکل ہی گمراہی کی دلدل میں دھنسا دیا ہے۔بے حیائی وعریانی کی اتنی بھرمار ہے کہ انسان اپنے انسانی اوصاف سے عاری ہو چکا ہے۔ ہمارا بھی یہ حال ہے کہ جہاں کوئی بھی خبر سنی تو فوراً اسے بلا سوچے سمجھے شیئر کر دیا، موبائل پر ویڈیو دیکھی اور اس کو دوسروں تک بھیج دیا۔ہم یہ ہرگز نہیں سوچتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل ہماری قوم کو، ہمارے مذہب کو کتنا نقصان پہنچائے گا اور دشمن کی کامیابی کے کتنے دروازے کھول دے گا۔ ہر وہ خبر، ہر وہ میسج، ویڈیو اور ہر وہ کلپ جس سے کسی مسلمان کی تصویر بگڑتی ہے، اس کو پھیلانے کی نہیں، اس کو چھپانے کی ضرورت ہوتی ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی میں مدد کی قیامت میں اللہ تعالی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔لیکن افسوس کہ اسلامی تعلیمات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ہم بجائے پردہ ڈالنے کے پردہ چاک کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر

سنی ہوئی بات نقل کر دے۔" اس پرفتن دور میں میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بے دینی، بے اعتقادی، دین بیزاری اور احکام شریعت سے روگردانی نہایت تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے۔

سوشل میڈیا ایک ایسا ہتھیار بن چکا ہے جو جنگی ہتھیار سے بھی زیادہ خطرناک اور مؤثر ہے۔ اس وقت ہم پر جو منظم طریقے پر یورش ہو رہی ہے اس میں سب سے اہم کردار سوشل میڈیا کا ہے۔ جن مسائل کا تعلق مسلم پرسنل لاء سے ہے خاص طور پر اس کی منفی تشہیر کی جاتی ہے، اخبارات اور ٹی وی چینلز والوں نے تو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے۔ ہر وہ خبر جس میں اسلام کی کردار کشی کا کوئی پہلو اور ان کی بدنامی کا کوئی شوشہ ان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو اس کو اچھالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا معاشرے کا رہبر بھی ہوسکتا ہے جبکہ ہم اس کو معاشرے کی اصلاح اور اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لیے اس کا صحیح استعمال کریں۔

فائبر، پلاسٹک، فارمیکا شیٹ
بنانے والے

وسیم الیکٹرک اسٹور
بجلی کے ہر قسم کا جملہ سامان مناسب داموں میں دستیاب ہے۔
شاہ فیصل کالونی، چورنگی نمبر ۳، کراچی 0213-4597307

تفسیر سورۃ اعراف

آیت نمبر 127 تا 141

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا عبدالواحدؒ نوراللہ مرقدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آیت نمبر 127 تا 141

ترجمہ:

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا: ''کیا آپ موسیٰ اور اُس کی قوم کو کھلا چھوڑ رہے ہیں، تا کہ وہ زمین میں فساد مچائیں، اور آپ اور آپ کے خداؤں کو پس پشت ڈال دیں؟'' وہ بولا: ''ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے، اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے، اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے'' (۱۲۷) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اللہ سے مدد مانگو، اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اُس کو وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیز گاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔'' (۱۲۸) انہوں نے کہا کہ: ''ہمیں تو آپ کے آنے سے پہلے بھی ستایا گیا تھا، اور آپ کے آنے کے بعد بھی (ستایا جارہا ہے)'' موسیٰ نے کہا: ''اُمید رکھو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہارے دُشمن کو ہلاک کردے گا، اور تمہیں زمین میں اُس کا جانشین بنادے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسا کام کرتے ہو'' (۱۲۹) اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا، تا کہ اُن کو تنبیہ ہو۔ (۱۳۰) (مگر) نتیجہ یہ ہوا کہ اگر اُن پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے: ''یہ تو

ہمارا حق تھا‘‘اور اگر اُن پر کوئی مصیبت پڑ جاتی تو اُس کو موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ارے(یہ تو) خود اُن کی نحوست (تھی جو) اللہ کے علم میں تھی، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں تھے (۱۳۱)اور(موسیٰ سے) کہتے تھے کہ:’’تم ہم پر اپنا جادو چلانے کے لیے چاہے کیسی بھی نشانی لے کر آجاؤ، ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں‘‘(۱۳۲)چنانچہ ہم نے اُن پر طوفان ،ٹڈیوں ،گھن کے کیڑوں ،مینڈکوں اور خون کی بلائیں چھوڑیں، جو سب علیحدہ علیحدہ نشانیاں تھیں۔ پھر بھی انہوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا، اور وہ بڑے مجرم لوگ تھے (۱۳۳) اور جب اُن پر عذاب آپڑتا تو وہ کہتے :’’اے موسیٰ ! تمہارے پاس اللہ کا جو عہد ہے، اُس کا واسطہ دے کر ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کردو(کہ یہ عذاب ہم سے دور ہوجائے)۔ اور اگر واقعی تم نے ہم پر سے یہ عذاب ہٹا دیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے، اور بنی اسرائیل کو ضرور تمہارے ساتھ بھیج دیں گے‘‘(۱۳۴) پھر جب ہم اُن پر سے عذاب کو ، اتنی مدت تک ہٹا لیتے جس تک اُنہیں پہنچنا ہی تھا، تو وہ ایک دم اپنے وعدے سے پھر جاتے (۱۳۵)نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن سے بدلہ لیا، اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا، کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور اُن سے بالکل بے پروا ہوگئے تھے (۱۳۶) اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا، ہم نے اُنہیں اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں۔ اور بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے رب کا کلمہ خیر پورا ہوا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ اور فرعون اور اُس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی، اُس کو ہم نے ملیا میٹ کردیا(۱۳۷)اور ہم نے بنی اسرائیل سے سمندر پار کروایا ،تو وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے ۔ بنی اسرائیل کہنے لگے:’’اے موسیٰ! تم ایسے (عجیب) لوگ ہو جو جہالت کی باتیں کرتے ہو(۱۳۸) ارے یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جس دھندے

لگے ہوئے ہیں، سب برباد ہونے والا ہے، اور جو کچھ کرتے آرہے ہیں، سب باطل ہے"(۱۳۹) (اور) کہا کہ: "کیا تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی اور معبود ڈھونڈ کر لاؤں؟ حالانکہ اُسی نے تمہیں دنیا جہان کے سارے لوگوں پر فضیلت دے رکھی ہے!(۱۴۰) اور (اللہ فرماتا ہے کہ) یاد کرو کہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا ہے جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس میں تمہارے ربّ کی طرف سے بڑی آزمائش تھی"(۱۴۱)۔

تفسیر

وقال الملأمن قوم فرعون اتذر موسی وقومه الخ:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو دھمکیاں تو دی تھیں، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور جادوگروں کے ایمان اور اِستقامت کو دیکھ کر حاضرین، اور خاص طور پر بنی اسرائیل کی اتنی بڑی تعداد اِیمان لے آئی کہ اُس کو فوری طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں پر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ نہ ہوا، اور جب مجمع درہم برہم ہوگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ماننے والے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس موقع پر فرعون کے سرداروں نے یہ بات کہی جو یہاں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے تو ان لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ اپنی طاقت جمع کر کے آپ کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ فرعون نے اپنی خفت مٹانے کے لیے اُن کو جواب دیا کہ فوری طور پر چاہے میں نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، مگر اب بنی اسرائیل کو ایک ایک کر کے ختم کروں گا، البتہ عورتوں کو اس لیے زندہ رکھوں گا کہ وہ ہماری خدمت کے کام آسکیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو یہ بھی یقین دلایا کہ حالات ہمارے قابو میں ہیں، اور ہماری حکمت عملی ایسی ہے کہ ہمارے لیے کوئی بڑا خطرہ پیدا

نہیں ہوگا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل کرنے کا ایک نیا دور شروع ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مؤمنوں کو تسلی دی کہ صبر سے کام لیتے رہو۔ آخری انجام ان شاء اللہ تمہارے ہی حق میں ہوگا۔

ولقد اخذنا اٰلَ فرعون بالسنین ونقص من الثمرات الخ:

پیچھے آیت نمبر ۹۴ میں اللہ تعالیٰ نے اُصول بیان فرمایا تھا، اُس کے مطابق پہلے فرعون اور اُس کی قوم کو دُنیا میں مختلف تکلیفیں دی گئی ، تاکہ وہ کچھ نرم پڑیں۔ ان میں سے پہلا عذاب قحط کا مسلط ہوا، اور اُس کے نتیجے میں پیداوار میں کمی واقع ہوئی۔

فارسلنا علیھم الطّوفان والجراد الخ:

یہ مختلف قسم کے عذاب تھے جو یکے بعد دیگرے فرعون کی قوم پر مسلط ہوتے رہے۔ پہلے طوفان آیا جس میں ان کی کھیتیاں بہہ گئیں۔ اس کے بعد جب انہوں نے ایمان لانے کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دُعا کروائی ،اور کھیت بحال ہوئے، اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ٹڈی دل نے کھیتوں کو برباد کرڈالا۔ پھر وہی وعدے کئے، اور یہ بلا دُور ہوئی اور خوش حالی آنے لگی تو یہ پھر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ، اور ایمان نہ لائے ،تو ان کی پیداوار کو گھن لگا دیا گیا، پھر وہی ساری داستان دُہرائی گئی، اور یہ پھر نہ مانے تو مینڈکوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ وہ کھانے کے برتنوں میں نمودار ہوتے اور سارے کھانے کو خراب کر دیتے ، دوسری طرف پینے کے پانی میں ہر جگہ خون نکلنے لگا، اور پانی پینا دوبھر ہوگیا۔

فلمّا کشفنا عنھم الرّجز الٰی اجل الخ:

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر میں اُن کے لیے ایک وقت تو ایسا آنا ہی تھا جب وہ عذاب کا شکار ہوکر ہلاک ہوں، لیکن اُس سے پہلے جو چھوٹے چھوٹے عذاب آرہے تھے ان کو ایک مدت تک کے لیے ہٹالیا جاتا تھا۔

واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون الخ:

قرآنِ کریم جب برکتوں والی زمین کا تذکرہ فرماتا ہے تو اُس سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس آیت میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا، انہیں بعد میں شام اور فلسطین کا مالک بنا دیا گیا۔ یاد رہے کہ ان علاقوں پر بنی اسرائیل کی حکومت فرعون کے غرق ہونے کے کافی عرصے کے بعد قائم ہوئی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲:۲۴۶ تا ۲۵۱ میں گذری ہے۔

ودمّرنا ماکان یصنع فرعون الخ:

''بنانے'' سے اشارہ ان عمارتوں اور صنعتی پیداوار کی طرف ہے جس پر اس قوم کو فخر تھا، اور''چڑھانے'' سے اشارہ اُن باغات کی طرف ہے جن میں انہوں نے انگور وغیرہ کی بیلیں بٹیوں پر چڑھائی ہوئی تھیں، اور بلند درخت اُگائے ہوئے تھے۔قرآن کریم نے ان دو مختصر لفظوں کا یہ جوڑا(Pair)جس جامعیت اور بلاغت کے ساتھ استعمال فرمایا ہے، اُسے کسی ترجمے کے ذریعے دوسری زبان میں اُتارنا ممکن نہیں۔

قالوا یٰموسی اجعل لنا اِلٰھاً الخ:

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان تولے آئے تھے، اور فرعون کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں کو بھی انہوں نے صبر سے برداشت کیا جس کی تعریف قرآن کریم نے بھی فرمائی ہے،لیکن بعد میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے پریشان بھی کیا۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس قسم کے کچھ واقعات فرما رہے ہیں۔

بدامنی اور خون ریزی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبدالواحد نور اللہ مرقدہ

دورخی ، دوغلاپن فساد کی بنیاد

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجدون شر الناس یوم القیمٰۃ ذا الوجھین الذی یاتی ھؤلآء بوجہٍ وھؤلآء بوجہٍ.

(رواہ البخاری ومسلم)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو (دنیا میں) دو چہرے والا ہے، ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔“

فائدہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (سنن ابوداؤد)

دو چہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے اور دوغلہ پن اختیار کرتا تھا۔ اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا گویا کہ فریق اوّل سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی، اور دوسرے فریق

کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا۔ ایسے شخص کے ایک ہی چہرہ کو دو چہرے قرار دیا گیا۔ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے، اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ بات کو الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا اس لئے قیامت کے دن اس حرکتِ بد کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کردی جائیں گی جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا۔ **اعاذنا اللہ من ذلک**

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان اَن بَن ہو ان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اُگل دیتا ہے۔ پھر ہر طرف کی باتیں اِدھر اُدھر پہنچاتے ہیں جس سے دونوں فریق کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور دو غلے لوگ کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔ آمین

مصیبت زدہ پر اظہارِ مسرت کا انجام بد

عن واثلة ﷛ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لاتظهر الشماتة لاخیک فیرحمه اللّٰہ ویبتلیک. (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

’’حضرت واثلہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کر (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرما دے اور تجھے مبتلا فرمادے۔‘‘

فائدہ

اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دکھ تکلیف یا نقصان وخسارے وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار نہ کرو، کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہو گے یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دیدے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کردے اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کی مصیبت یا دکھ تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا کسی طرح کوئی نقل اتاری تو خوشی کا اظہار کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا، خود اسی مصیبت میں اور عیب اور برائی میں مبتلا ہوجاتا ہے جو دوسرے میں تھا اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی یا دنیاوی تو اس پر خوشی کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو یہ اچھی چیز ہے لیکن حق گوئی کا بہانہ کرکے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا درست نہیں ہے۔ مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے اور نصیحت کا طرز اور ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے، رسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب ولہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو عیب دار بنانے کے لئے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے اس کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کرلے گا۔ (ترمذی)

پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دینے والی عورت کا انجام

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رجل یا رسول اللّٰہ! ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها وصیامها وصدقتها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها قال هی فی النار قال یا رسول اللّٰہ ! ان فلانة تذکر من قلة صیامها وصدقتها وصلوٰتها وانها

تصدق لآوار من الاقط ولاتؤذی بلسانها جیرانها قال ھی فی الجنة.

(رواہ احمد والبیھقی)

''حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کردیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سن کر آنحضرت فخر عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے۔''

فائدہ

انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے بچے گھر میں آجاتے ہیں بچوں میں لڑائی بھی ہوجاتی ہے۔ ان کی بکری اور مرغی بھی گھر میں آجاتی ہے۔ ان چیزوں سے ناگواری ہوتی ہے اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض اور کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے اور غیبتوں اور تہمتوں تک کے انبار لگ جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور بعض عورتیں تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں۔ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کے دل چھلنی کرتے رہتے ہیں اور لڑائی کا سامان پیدا کردیتے ہیں، عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پورا محلّہ ان سے بیزار رہتا ہے اسی طرح کی ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بڑی

نمازی ہے۔ خوب صدقہ کرتی ہے، نفل روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک بات ہے کہ بد زبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ دیکھو پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزہ کی کثرت سے بھی کام نہ چلا۔ اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض نماز پڑھ لیتی تھی۔ فرض روزہ رکھ لیتی تھی زکوٰۃ فرض ہوئی تو وہ بھی ادا کردیتی تھی، نفلی صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی۔ ہاں کچھ نفلی نمازیں اور نفلی روزوں کے ساتھ تھوڑا سا صدقہ پنیر کے ٹکڑوں کا کردیتی تھی۔ لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے۔ جب اس کا تذکرہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو جنتی فرمایا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھے اخلاق اور خوبی کے معاملات کے ساتھ زندگی گذارنے کی شریعت اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور اپنی طرف سے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات ومصائب میں کام آئے جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے۔ اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے اور اس سے تکلیف پہنچ جائے تو صبر کرے ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اگر کسی طرح کا کوئی سلوک نہ کرسکے تو کم سے کم اتنا ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری ومسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گذارے کہ اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

مدارس کے نئے وفاق
حقائق ونتائج

مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب

دینی مدارس کا آغاز صفہ کے چبوترے سے ہوا۔صفہ سے شروع ہونے والا مدرسہ یوں تو ہمیشہ ہی دین کی تعلیم وتربیت اور اشاعت وحفاظت کا مرکز رہا لیکن برصغیر کے حالات اور 1857 ء کی جنگ آزادی کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس خطے میں دینی اقدار وروایات کی بقاء بلکہ مسلمانوں کا وجود،اسلام کی کسی بھی شکل میں موجودگی اور بقاء کی بنیاد اور ضمانت مدرسہ ہے۔ہمارے اکابر اور اسلاف نے مدرسہ کو ایک ایسے خودمختار اور آزاد ادارے کے طور پر تشکیل دیا جس کا انحصار اور دارومدار کسی حکومت،کسی سرمایہ دار،کسی قسم کے پیسے اور ظاہری اسباب پر ہرگز نہ تھا بلکہ محض توکل علی اللہ اور اخلاص نیت کی بنیاد پر اس خطہ میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور الحمدللہ آج تک مدرسہ کی بقاء،مدرسہ کے فیض کے عام ہونے،مدرسہ کے موثر کردار وبرکات میں وہی جذبہ،وہی اخلاص اور وہی توکل کارفرما ہے۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے سرکردہ علماء کرام اور اکابر نے جب وفاق المدارس کی بنیاد رکھی تو وہ بھی اسی اخلاص وللّٰہیت،اتحاد ویکجہتی اور اجتماعیت کے اظہار کے لیے تھی اور مدارس کو ایک نظام،ایک معیار اور ایک ترتیب دینے کے لیے تھی۔ وفاق المدارس کے قیام کے بعد ہر دور میں اس بات کا خاص اہتمام رہا کہ مدرسہ کی حریت، فکر وعمل ہر قیمت پر برقرار رکھی جائے۔مدرسہ کو کسی کا دست نگر نہ بنایا جائے۔مدرسہ کا وجود کسی کا محتاج نہ ہو،مدرسہ حکومتی قدغنوں سے آزاد ہو،مدرسہ کسی حکومتی بجٹ اور بیرونی امداد کا منتظر نہ ہو،مدرسہ پر کسی قسم کی خارجی پالیسیوں اور بدلتے حالات کے منفی اثرات کی پرچھائیاں نہ

پڑنے پائیں۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے دینی مدارس اور وفاق المدارس کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور اور ہر طرح کے حالات میں اس بنیاد کو پیش نظر رکھا گیا۔

مدارس کے نظام،وفاق المدارس اور مدارس کی اجتماعیت کے خلاف ہر دور میں مختلف قسم کی سازشیں ہوتی رہیں،مختلف حربے اور ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے رہے،ان تمام تر کوششوں کا مقصد مدرسہ کو غیر موثر،غیر مفید اور حکومت کا دست نگر بنانا تھا لیکن الحمدللہ تمام مکاتب فکر کے دینی مدارس کے ذمہ داران اور مدارس کی نمائندہ تنظیموں کے قائدین نے ہمیشہ ہر سازش اور ہر جبر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مدارس پر جس جس انداز سے وار کیا گیا اللہ رب العزت کے کچھ خوش نصیب بندوں نے اس کا ہر طرح سے توڑ کیا۔دینی مدارس کی اہمیت وافادیت کو کم کرنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف کوششیں کی گئیں جن کی چند مثالیں سامنے رکھیے مثلا پرویز مشرف کے دور میں ماڈل مدارس قائم کیے گئے،ان کے لیے بھاری بھرکم بجٹ مختص کیے گئے،ان کے لیے باہر سے اربوں ڈالر وصول کے گئے،ان کی عالیشان عمارتیں بنائی گئیں،ان میں تدریسی اور انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے پرکشش مراعات کا لالچ دیا گیا،ان میں پڑھنے کے لیے آنے والے طلبہ وطالبات کو بہت سے سبز باغ دکھائے گئے لیکن اس کے باوجود ماڈل مدارس کا وہ تجربہ ناکام رہا،کسی نے ان پر اعتماد نہیں کیا،کسی نے ان ماڈل مدارس کا رخ نہیں کیا اور نوبت یہاں تک آئی کہ حکومت اور حکومتی ذمہ داران بارہا وفاق المدارس کو یہ پیشکش کر چکے ہیں کہ وہ ماڈل مدارس آپ سنبھالیے۔اسی طرح مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کیا گیا،یہ کوئی پرائیویٹ بورڈ نہ تھا بلکہ سرکاری ادارہ تھا اس کا پورا ڈھانچہ موجود تھا،اسٹاف تھا،بورڈ آف ڈائریکٹرز تھا،انتظامی سربراہ تھا،وزارت کی چھتری تھی،حکومت کی پشتیبانی تھی،وسائل کی بہتات تھی،مدرسہ بورڈ کے ذریعے مدارس کے سامنے بڑے خوشنما منصوبے پیش کیے گئے اور مدارس کو الحاق کی دعوت دی گئی لیکن کوئی مدرسہ، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملنے والے مفادات اور پیکجز کو خاطر میں نہ لایا اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے الحاق کا داغ اپنے ماتھے پر لگانے سے گریز کیا اور بالآخر وہ مدرسہ بورڈ اپنی موت آپ مر گیا۔

اسی طرح علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے درس نظامی گروپ کا آغاز کیا گیا لیکن وہ بھی قبولیت عامہ حاصل نہ کرپایا،اس سے پیچھے چلے جائیں تو جن چلتے ہوئے مدارس کو حکومت نے اپنی تحویل میں لیا ان کا کیا حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے.

اب ایک بار پھر دینی مدارس کے کچھ امتحانی بورڈز اور وفاق بنائے گئے ہیں۔بنیادی طور پر تو یہ دینی مدارس کی اجتماعیت،یکجہتی اور حیثیت وساکھ کو مجروح کرنے کی ایک کوشش ہے اور جیسے ہر اصل کے مقابلے میں نقل یا مصنوعی چیزیں مارکیٹ میں لاکر لوگوں کا اعتماد مجروح کرنے یا اپنا مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، نئے بورڈز کا قیام بھی اسی قسم کا ایک حربہ ہے۔ان بورڈز کے ذریعے دینی مدارس کی حریت فکر وعمل کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی اور برسوں سے حکومتوں اور ان کے بیرونی آقاؤں کے جو ادھورے اور ناتمام خواب ہیں ان کی تکمیل کی طرف پیش قدمی کی کوشش کی جائے گی۔لیکن اللہ رب العزت کی رحمت سے کامل امید بلکہ یقین ہے کہ ہمیشہ کی طرح یہ وار بھی ناکام جائے گا۔مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ جن نئے بورڈز کا اعلان کیا گیا ان میں سے اکثر پہلے سے موجود ہی نہ تھے،ان کے ذمہ داران کا نام بھی لوگوں نے پہلی بار سنا،ان کا نہ کوئی نیٹ ورک ہے اور نہ تعلیمی تجربہ ہے،نہ انتظامی ڈھانچہ ہے،نہ کوئی ماضی ہے،نہ کوئی ریکارڈ ہے،بس محض ایک کاغذی سامنصوبہ بناکر اسے بورڈ کا درجہ دے دیا گیا بلکہ یوں لگتا ہے کچھ لوگوں کو گھر سے بلاکر بورڈز کے گھوڑے پر سوار کیا گیا حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ کوئی چھوٹا سا اسکول بھی بنایا جائے اور اس کی رجسٹریشن کی درخواست دی جائے تو اس کے لیے بھی کچھ معیارات مقرر کیے جاتے ہیں،کچھ قواعد وضوابط کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے،کچھ ریکوائرمنٹس پوری کروائی جاتی ہیں تب جا کر وہ اسکول رجسٹرڈ ہوتا ہے جبکہ یہاں عجلت میں بورڈز بنادیے گئے،ان کی سند منظور کرلی گئی،انہیں برسوں سے خدمات سرانجام دیتے وفاقوں اور تنظیمات کے برابر لا کھڑا کیا گیا لیکن اس کے لیے کوئی ہوم ورک نہیں کیا گیا،کوئی معیار اور اصول طے نہیں پایا،کسی پراسس سے نہیں گزارا گیا،کچھ بھی نہیں ہوا بس بورڈ بنا دیا گیا ،وفاق المدارس کی ہی مثال لے لیجیے وفاق المدارس کا قیام 1959ء میں عمل میں لایا گیا

اور ڈگری 1981ء میں تسلیم کی گئی گویا کہ بیس بائیس سالہ ریاضت، کارگردگی، ریکارڈ اور وسیع نیٹ ورک کے بعد وفاق المدارس اور وفاق المدارس کی ڈگری کو جو حیثیت دی گئی وہ "نظریہ ضرورت" کے تحت بہت سے ایسے کاسہ لیسوں کو عطا کردی گئی جن کی پروفائل میں کسی قسم کی کوئی تعلیمی سرگرمی اور کسی قسم کا امتحانی اور انتظامی بیک گراؤنڈ ہے ہی نہیں، اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ عرصے سے دینی مدارس کے وفاقوں اور تنظیمات کو امتحانی بورڈ قرار دینے کا مطالبہ کیا جا رہا تھا اس حوالے سے جب آغاخان سمیت دیگر علاقائی بورڈز کی مثال دی جاتی تو کہاجاتا کہ ہم پانچ بورڈز نہیں بناسکتے آپ سب ایک مشترکہ بورڈ بنانے کی بات کریں۔موجودہ حکومت بھی اور سابقہ حکومتوں کے ساتھ کام کرنے والی بیوروکریسی اور وزارتوں کی طرف سے پانچ امتحانی نظاموں کو ایک بنانے پر اصرار کیا جاتا رہا، لیکن اب اچانک یوٹرن لے کر اس دیرینہ موقف کے برعکس حکومت نے پانچ کے بجائے دس وفاق بنادیئے۔

یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ نئے امتحانی بورڈ بنانے کا جو پنڈورہ بکس کھولا گیا ہے اس کے بہت منفی اثرات مرتب ہوں گے اور حکومت کے لیے ہی مزید مشکلات پیدا ہوں گی، حالات کنٹرول سے باہر ہوجائیں گے، پہلے جو مدارس ایک نیٹ ورک اور نظم میں تھے اب وہ لڑی ٹوٹ جانے کا خدشہ پیدا ہوجائے گا۔پہلے مسلکی بنیادوں پر بورڈز تھے لیکن آپس میں ہم آہنگی اور اعتماد کی فضا تھی، اب گروہی بنیادوں پر بورڈز تشکیل دیے جائیں گے جن کی وجہ سے فرقہ واریت بڑھے گی۔ الغرض حکومت کے اس غیر دانشمندانہ فیصلے پر جوں جوں غور کریں حیرت ہوتی ہے اور افسوس ہوتا ہے ۔لیکن حکومتوں سے زیادہ افسوس ان عناصر پر ہے جنہوں نے محض وقتی اور ذاتی مفادات، جی حضوری اور اپنے آقاؤں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے دینی مفاد کوتختہ مشق بنانے کی جسارت کی۔اللہ رب العزت ہمیشہ کی طرح اس حربے کو بھی ناکامی سے دوچار کریں اور اپنے دین مبین اور دین مبین کی حفاظت واشاعت کا ذریعہ بننے والے مدارس کی حفاظت فرمائیں۔آمین

کتبِ شمائل ودلائل سیرتِ طیبہ کے مصادر

ڈاکٹر فہد انوار صاحب

کسی بھی علم وفن کے لیے بعض کتب بنیادی مصدر Basic Source کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس موضوع پر کام کرنے والے ان کتب سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔نبی کریمﷺ کی حیات مبارکہ کے کسی پہلو پر لکھنے والے طالبعلم کیلئے شمائل ودلائل کی کتب بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہیں۔کتبِ شمائل میں آپﷺ کی عادات اور حلیہ مبارکہ کا بیان ہوتا ہے جو اہلِ محبت کے لیے باعث تسکین ہے جبکہ کتب ِدلائل میں آپﷺ کے معجزات کا ذکر ہوتا ہے جو آپﷺ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

ان کتبِ شمائل میں جن کا تذکرہ ملتا ہے،مندرجہ ذیل ہیں:

1: صفۃ النبیﷺ، مؤلف: وھب بن وھب الاسدی ابوالبختری، م 200ھ۔اس کتاب کو اس موضوع کی پہلی باقاعدہ تصنیف سمجھا جاتا ہے۔

2: صفۃ النبیﷺ مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد المدائنی ،م: 225ھ۔

3: صفۃ اخلاق النبیﷺ، مؤلف: داؤد بن علی الاصبہانی،م270ھ یہ تین کتب غیر مطبوعہ ہیں۔

4: الشمائل النبویۃ والخصائص المصطفویۃ، مؤلف: امام محمد بن عیسی ترمذی، م 279 ھ،مطبوعہ۔

5: اخلاق النبی وآدابہ، مؤلف: ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن حیان الاصبہانی م369 ھ،مطبوعہ۔

6: شرف المصطفیﷺ، مؤلف:ابوسعید عبداللہ بن محمد نیشابوری، م 456ھ،مطبوعہ۔

7: شمائل النبیﷺ مؤلف: ابوالعباس المستغفری م436ھ،مطبوعہ۔

8: الشفا لتعریف حقوق المصطفی، مؤلف: قاضی عیاض مالکی۔م 544ھ۔

الشفا یہ اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔مختلف جگہوں سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی بہت سے اہل علم نے خدمت کی ہے۔ امام سیوطیؒ، م 911ھ نے ''مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا'' کے نام سے اس کتاب کی احادیث کی تخریج کا کام کیا ہے، جو مطبوعہ ہے۔ ملا علی قاریؒ م 1014ھ نے ''شرح الشفا" کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے جو مطبوعہ ہے۔ علامہ خفاجی م 1029ھ نے ایک شرح "نسیم الریاض" کے نام سے لکھی ہے۔ ان کے علاوہ کئی اہل علم نے ''شفا'' کے مشکل الفاظ کے شرح لکھی ہے۔

9: شمائل الرسول ﷺ مولف: حافظ ابن کثیر م 774ھ، مطبوعہ۔

10: وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، مولف: یوسف النبهانی، م 1350ھ، مطبوعہ۔

ان کتب کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک، جمال انور، آپ ﷺ کی عادات وخصائل پر مختلف زبانوں میں کتب لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم ان کتبِ شمائل میں سے مصدر کی حیثیت سے جانی جانے والی کتب کے منہج اور اہم خصوصیات کا جائزہ لیں گے۔

1۔ الشمائل النبویۃ والخصائل المصطفویۃ / الشمائل المحمدیۃ/ شمائل ترمذی

مؤلف: امام محمد بن عیسی بن سورہ ترمذی رحمہ اللہ م 279ھ

منہج اور خصوصیات:

امام ترمذی نے کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔کل پچپن ابواب ہیں۔ ہر باب میں ترجمۃ الباب کے بعد حدیث لاتے ہیں۔ مثلا: باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء۔۔۔۔ وغیرہ۔

اس طرح ہر باب میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات وصفات کا بیان کرتے ہیں۔ کتاب کی ابتدا ''باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ'' سے ہوتی ہے۔ اس میں مؤلف آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک سے

متعلق کچھ احادیث لاتے ہیں۔ مولف احادیث اپنی ہی سند سے لاتے ہیں۔ جامع ترمذی میں امام ترمذی ہر حدیث کے آخر میں اس کا درجہ بھی واضح کرتے ہیں اور اس پر صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ کا حکم بھی لگاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی احادیث جامع ترمذی کے مختلف ابواب میں گزرچکی ہیں اور وہاں ان کے ضعف پر بحث ہوچکی ہے۔

اسی طرح یہاں مولف " وفی الباب " کہہ کر حدیث کے دیگر طرق کی طرف اشارہ نہیں کرتے۔ یہ تحقیق جامع ترمذی میں کی گئی ہے۔

امام ترمذی کئی جگہوں پر غریب الحدیث کی شرح بھی کر دیتے ہیں۔ مثلا پہلے باب کی حدیث نمبر 6 میں ''الممغط'' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال ابو عیسی سمعت اباجعفر محمد بن الحسن یقول: سمعت الاصمعی یقول فی تفسیر صفة النبی ﷺ: الممغط الذاھب طولا. وقال سمعت اعرابیا یقول فی کلامه: تمغط فی تشابته ای مهامدا شدیدا. "

کئی جگہوں پر حدیث لفظ'' کان'' سے شروع کرتے ہیں۔ اور ایسا عام طور پر اس جگہ ہوتا ہے جہاں آپ ﷺ کی کسی عادت مستمرۃ (ہمیشہ رہنے والی عادت) کا بیان ہوتا ہے۔

کتاب کے ابواب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نبی ﷺ کی زندگی کے ہر گوشے کو سامنے لانا چاہتے ہیں اور اس میں جابجا مؤلف کی اپنے آقا و مولی سے محبت پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہی ہے۔

امام ترمذی بعض جگہوں پر راوی کی کتب ذکر کرتے ہیں، پھر سند ومتن ذکرکرنے کے بعد راوی کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلا ایک جگہ سند میں ابو مالک اشجعی ہیں۔ امام ترمذی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

قال ابوعیسی وابو مالک ھذا ھو سعید بن طارق بن اشیم. (الترمذی، محمد بن عیسی (م: 279ھ) الشمائل المحمدیۃ، 1 / 231، دار احیاء التراث، بیروت)۔

اگر امام ترمذی نے حدیث ایک سے زائد اساتذہ سے حاصل کی ہے تو اس کا ذکر کرتے ہیں

مثلاً:''باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ''میں کہتے ہیں:

حدثنا احمد بن منیع وسعد بن عبدالرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالو۔(أیضا:۱/۲۸۹)

حدیث کا متن ایک ہی ہو اور سند مختلف ہو تو امامؒ ایک سند اور متن ذکر کردیتے ہیں۔اس کے بعد دوسری سند ذکر کردیتے ہیں،لیکن متن ذکر کرنے کی بجائے ''نحوہ'' کہہ دیتے ہیں۔حدیث کی تشریح میں اگر مولف کو اپنے اساتذہ سے کوئی نکتہ ملا ہو تو اسے بھی ذکر کردیتے ہیں۔مثلا:

"عن انس بن مالک رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال له: یا ذ االاذنین. قال محمود قال ابو اسامه یعنی یمازحه"۔(ایضا: 1/ 141)

بسااوقات فقہ الحدیث بھی واضح کردیتے ہیں۔چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے آنحضرت ﷺ کے ارشاد: **"یا ابا عمیر ما فعل النغیر"** کے تحت امام ترمذی وفقہ ھذا الحدیث کہہ کر دو مسائل ذکر کرتے ہیں۔ایک تو یہ کہ آپ ﷺ نے چھوٹے بچے سے مزاح کرتے ہوئے کنیت سے پکارا، دوسرا یہ کہ چھوٹے بچے کو کھیلنے کے لیے پرندے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(ایضا)

۲......اخلاق النبی وآدابہ:

مولف: ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد اصبہانی، م369ھ، ناشر: دارالمسلم للنشر والتوزیع، الطبعۃ: الاولی: 1998ء۔

منہج:

مؤلف نے اپنی کتاب آنحضرت ﷺ کے شمائل پر مشتمل احادیث طیبہ کے لیے مستقلاً تصنیف کی ہے۔کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔حدیث کی مناسبت سے ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور پھر اپنی سند سے حدیث لاتے ہیں۔کتاب میں احادیث وآثار کی تعداد 894 تک ہے۔ترجمۃ الباب ''ذکر'' سے شروع کرتے ہیں۔مثلا: **ذکر التسلیم علی اهله، ذکر عیادته المریض ﷺ**

۳......شرف المصطفیٰ ﷺ:

مؤلف: عبدالمالک بن محمد بن ابراھیم الخرکوشی م 407ھ، ناشر: دارالبشائر الاسلامیۃ مکہ مکرمہ، الطبعۃ الاولی: 1424ھ، کل اجزا: 6

مصنف نیشاپور کے فقہائے شافعیہ میں سے تھے اور وعظ بھی کہتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بنا کر بکواتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں ''البشارۃ والنذارۃ''، ''سیر العباد الزھاد''، ''شرف المصطفیٰ'' شامل ہیں۔ محقق نے کتاب کو ست جہات پر تقسیم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

اول: نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل اور نشانیاں۔ اس میں مصنف نے ان نشانیوں کو بھی ذکر کیا جو بعثت بلکہ ولادت سے بھی پہلے ظاہر ہوئی تھیں۔

دوم: قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کی شرافت وبزرگی کا بیان۔ اس میں مصنف وہ آیات لاتے ہیں جو آپ ﷺ کی عظمت کے بیان میں ہیں اور جن میں آپ ﷺ کے اسماء وصفات کا تذکرہ ہے۔

سوم: تیسری جہت آپ ﷺ کے شمائل سے متعلق ہے۔ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کے کھانے پینے، لباس، بچھونا، سواری، جنگی آلات کے علاوہ آپ ﷺ کے طب کے متعلق مواد شامل ہے۔

چہارم: نبی کریم ﷺ کی خصوصیات کا بیان جن میں آپ ﷺ دیگر انبیاء سے منفرد ہیں اور جن کے ساتھ تمام انسانیت میں آپ ﷺ کو ہی مختص کیا گیا ہے۔

پنجم: فضائل صحابہ وفضائلِ اہل بیت کو بھی یہ کتاب شامل ہے۔

ششم: نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ مثالیں۔

ہفتم: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے فضائل پر بھی یہ کتاب مشتمل ہے۔

منہج کتاب:

کتاب کی ابتداء میں مصنف کا مختصر مقدمہ ہے جس میں انہوں نے کتاب کی وجہ تالیف بیان کی

ہے۔ مولفؒ کہتے ہیں کہ مجھے آپ ﷺ کی محبت اور زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ پر درود لکھنے اور پڑھنے کے جذبے نے اس کتاب کو لکھنے پر تیار کیا۔

کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب کے تحت کئی فصول آتی ہیں۔ عام طور پر مصنف ہر باب کے شروع میں ایک جامع فصل لاتے ہیں، جس میں دیگر فصول کی جامع احادیث ہوتی ہیں۔اس کے بعد دیگر فصول لاتے ہیں، مثلاً چھٹی جلد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کا بیان ہے۔ ابتداء میں جامع ابواب الفضائل والمناقب کے تحت کئی صحابہ کے مناقب پر ذکر کردہ کئی احادیث لاتے ہیں۔ اس کے بعد خلفائے اربعہ، عبداللہ بن عباس، سعد بن معاذ، عبداللہ بن سلام، سلمان الفارسی وغیرہم رضی اللہ عنھم کے الگ الگ فضائل پر مشتمل احادیث لاتے ہیں۔

کتاب میں مصنف اپنی سند سے احادیث مبارکہ بھی لاتے ہیں اور دیگر مستند مسانید سے واقعات بھی نقل کرتے ہیں۔ اپنی سند سے احادیث لاتے ہیں تو اخبرنا وغیرہ صیغہ لاتے ہیں۔ جب کسی دوسرے ماخذ سے نقل کرتے ہیں تو واقعہ کو بیان کرنے والے صحابی کا نام "عن" سے لاتے ہیں۔کبھی اپنی سند سے ایک بات لاکر پھر تائید میں یا مزید وضاحت کے لیے کسی دوسرے راوی سے بھی نقل کرتے ہیں۔

کتاب کی چوتھی جلد میں مؤلف نے ایک مستقل باب "**جامع ابواب صفة اخلاقه وآدابه** ﷺ" باندھا ہے جس میں آپ ﷺ کے اخلاق وعادات اور آپ ﷺ کے آداب کا بیان ہے۔ اسی طرح پانچویں جلد بھی شمائل رسول ﷺ کے گرد گھومتی ہے۔ اس میں آپ ﷺ کے موقع محل کے اذکار، دعائیں، تسبیحات، آپ ﷺ کا مزاح، آپ ﷺ کی بیان کردہ ضرب الامثال کا بیان ہے۔

۴......الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ

مؤلف: قاضی عیاض مالکی۔م 544ھ، ناشر: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

یہ قاضی عیاض مالکی اندلسیؒ کی مشہور تصنیف ہے۔ اور خود اس کتاب کی اہل علم نے بڑی خدمت کی

ہے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے ''مناہل الصفا'' کے نام سے الشفا کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے'' شرح الشفا'' کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔''حاشیۃ الشمسی''، کے نام سے شمنی حنفیؒ کا حاشیہ بھی مطبوع ہے۔بعض علماء نے شفا کے الفاظ غریبہ پر مستقل کام کیا ہے۔عصرِ موجود کے بعض محققین نے شفا کی احادیث کی طویل اسناد کو حذف کر کے مختصرا بھی شائع کیا ہے۔

کتاب کا منہج:

کتاب کی ابتداء میں مؤلف کا تحریر کردہ ایک مقدمہ ہے جس میں انہوں نے وجہ تالیف بھی بیان کی ہے۔ مؤلف کے کسی شاگرد نے ان سے آنحضرتﷺ کی صفات، فضائل اور آداب پر مشتمل ایک جامع تصنیف کی خواہش کی تھی۔ مؤلف اسے اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کتمان علم پر وارد وعید سے بچنے کے لیے نبیﷺ کے فضائل وآداب پر مبنی کتاب لکھتے ہیں۔مقدمہ میں مولف کتاب کی مناسبت سے نبیﷺ کے ساتھ نسبت رکھنے کا فائدہ بیان کرتے ہیں۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں کلام کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم:

قولا عملا نبیﷺ کی قدر ومنزلت اللہ تعالی کی طرف سے۔ اس پہلی قسم کو مزید چار ابواب میں تقسیم کیاہے:

پہلا باب: آپﷺ کی تعریف اللہ تعالی کی طرف سے اور خود اللہ کے ہاں آپﷺ کے عظیم مرتبے کا اظہار۔ اس میں دس فصول ہیں۔

دوسرا باب: آپﷺ کے لیے خلقی وخُلقی محاسن کی تکمیل کرنا۔ اس میں ستائیس فصول ہیں۔

تیسرا باب: صحیح اور مشہور احادیث میں وارد آپﷺ کی اللہ تعالی کے ہاں قدرومنزلت اور دارین میں آپﷺ کے خصوصی کمالات کا ذکر۔ اس میں بارہ فصول ہیں۔

چوتھا باب: ان معجزات کا ذکر جن کا اظہار اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر کیا۔ اس میں تین فصول ہیں۔

دوسری قسم:

نبی کریم ﷺ کے امت پر حقوق۔ اس میں چار باب ہیں:

پہلا باب: آپ ﷺ پر ایمان لانے کی فرضیت اور آپ ﷺ کی اطاعت کے وجوب میں۔ اس میں پانچ فصول ہیں۔

دوسرا باب: آپ ﷺ کی محبت کے لزوم میں۔ اس میں چھ فصول ہیں۔

تیسرا باب: آپ ﷺ کے حکم کی تعظیم میں۔ اس میں سات فصول ہیں۔

چوتھا باب: آپ ﷺ پر درود وسلام کے حکم میں۔ اس میں دس فصول ہیں۔

تیسری قسم:

ان امور میں جن کی اضافت آپ ﷺ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے اور جن کی اضافت جائز ہے۔ مصنفؒ کے بقول یہ قسم کتاب کا مغز ہے۔ اصل یہ ہے، اور ماقبل اس کے لیے تمہید ہے۔ اس میں دو ابواب ہیں:

پہلا باب: دینی امور کے ساتھ مختص امور میں۔ اسی سے آپ ﷺ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں سولہ فصول ہیں۔

دوسرا باب: آپ ﷺ کے دنیوی احوال میں ۔ اس میں نو فصول ہیں۔

چوتھی قسم:

نبی کریم ﷺ کی بے ادبی یا آپ ﷺ کو (نعوذباللہ) گالی دینے والے کا حکم۔ اس میں دو ابواب ہیں:

پہلا باب: آپ ﷺ کے حق میں گالی یا تنقیص سمجھے جانے والے الفاظ کے بارے میں۔ اس میں دس فصول ہیں۔

دوسرا باب: آپ ﷺ کو ایذاء پہنچانے والے، بے ادبی کرنے والے کے حکم میں اور اس کی سزا نیز اس کی توبہ قبول کرنے، اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور وراثت کے حکم میں۔ اس میں دس فصول ہیں۔

اس چوتھی قسم کے آخر میں بطور تکملہ تیسرا باب ہے جس میں اللہ تعالی اور اس کے رسولوں، فرشتوں، آسمانی کتابوں، اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والوں کے حکم میں بحث کی گئی ہے۔

مصنفؒ آیات قرآنیہ سے استشہاد کرنے کے بعد مختلف تفسیری اقوال نقل کرتے ہیں۔ آخر میں اپنی تفسیر بھی دیتے ہیں، لیکن اس میں اکثر وبیشتر نبی کریم ﷺ کے آداب ومناقب سے متعلق بات کرتے ہیں۔

مصنفؒ احادیث بکثرت لاتے ہیں۔ بلکہ ایک پورا باب ان صحیح اور مشہور احادیث کے لیے مختص کیا ہے جن میں آنحضرت ﷺ کی شان اور خصوصی کمالات کا ذکر ہے۔ کئی جگہوں پر حدیث اپنی سند متصل سے لاتے ہیں۔ تاہم بعض جگہوں پر صرف پہلے راوی کا نام ذکر کرتے ہیں اور ایسی جگہوں پر حوالہ نہیں دیتے۔ مثلاً عن ابن عباس رضی اللہ عنھما وغیرہ۔ بعض دفعہ مصنفؒ راوی کا نام لکھنے کے بجائے وفی روایۃ، وفی روایۃ اخری، وغیرہ کہہ دیتے ہیں۔ ابواب اور ان کی فصول کے درمیان منطقی ربط ہے۔

مصنفؒ کا انداز استدلالی ہے۔ وہ ایک مسئلہ پر قرآن وسنت سے دلائل لاتے ہیں۔ مختلف روایات کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ پھر اپنے نتائج قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مصنفؒ کی کتاب کے مجموعی منہج پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے بالاصل نبی علیہ السلام کی رسالت کے ماننے والوں کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ ہماری اس بات کی تائید مصنف کے اپنے کلام سے ہوتی ہے جو انہوں نے "الباب الرابع" کے شروع میں بطور تمہید کیا ہے۔

کتبِ دلائل:

کتب دلائل میں ان معجزات اور دلائل کو ذکر کیا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی نبوت اور سچائی کو واضح کرتے ہیں۔ ابتداء سے محدثین نے اپنی کتب میں دلائل نبوت پر مبنی احادیث طیبہ کو مستقل ابواب میں جمع کیا ہے۔ تاہم اس موضوع پر علمائے اسلام نے مستقلا تصانیف بھی لکھی ہیں۔ ذیل میں ترتیب زمانی کے

اعتبار سے ان کاوشوں کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ دلائل النبوۃ از محمد بن یوسف الفریابی۔ م212ھ ۔ یہ اس موضوع پر پہلی مستقل تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

2۔علی بن المدینی (م225ھ) کی کتاب آیات النبیﷺ۔

3۔اعلام النبوۃ از داؤد بن علی اصفہانیؒ (م275ھ)

4۔اعلام رسول اللہﷺ از ابن قتیبہ رحمہ اللہ،م 276ھ۔

5۔اعلام النبوۃ از ابن ابی حاتم رحمہ اللہ،م 327ھ۔

6۔ابوبکر ابن ابی الدنیا۔م281ھ کی کتاب۔

7۔ابوعبداللہ بن مندہؒ م 395 ھ کی کتاب۔

8۔ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی م435ھ کی دلائل النبوۃ۔

9۔قاضی عبدالجبار معتزلی م 415ھ کی کتاب تثبیت دلائل النبوۃ، جواب طبع ہو چکی ہے۔

10۔ابوالعباس المستغفری م432ھ کی کتاب۔

11۔ دلائل النبوۃ للبیہقی 458ھ مشہور کتاب ہے۔ محدث شہیر حافظ ذہبی اس کتاب کے مداح ہیں۔ کتاب میں صحیح، حسن اور موضوع روایات بھی ہیں۔

12۔اعلام النبوۃ للماوردی م450ھ۔ یہ کتاب مطبوع ہے۔

13۔ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی 535ھ کی کتاب۔

14۔ خصائص افضل المخلوقین از عمر بن علی الملقن م804ھ۔

15۔ الخصائص الکبری از جلال الدین سیوطی 911ھ۔ یہ کتاب مطبوعہ ہے۔ سیرت کے مختلف گوشوں، دلائل اور شمائل پر مشتمل ہے۔

ان کتب کے علاوہ عربی اور اردو میں دلائل پر کافی مواد موجود ہے۔ تاہم درج بالا کتب کو اس موضوع پر خاص اہمیت حاصل ہے اور دیگر کتب میں بھی اکثر وبیشتر انہی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تاخیر سے شادی بربادی ہی بربادی

انتخاب: مولانا احسان اللہ غنی صاحب

بچوں کی شادی میں تاخیر کرنا ہمارے معاشرے کا رواج بنتا جا رہا ہے۔شادی میں تاخیر کے اصل ذمے دار والدین ہوتے ہیں۔ جو اچھے سے اچھے کی تلاش میں اپنے بچوں کی عمر زیادہ ہونے تک بٹھائے رکھتے ہیں۔ اور کہیں کہیں پر تو خود بچے ذمے دار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہماری نوجوان نسل آج سیٹل ہونے کے چکر میں اپنی جوانی کا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہے۔

آج کل شادی کیلیئے کہا جاتا ہے کہ لڑکا کچھ کمائے، سیٹل ہو تو پھر شادی کر دیں گے۔ اگر ہماری نوجوان نسل مغرب کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے آپ کو قرآن وسنت کی روشنی سے بدل لیں اور وقت پر شادی کرلیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل اور اللہ کی عبادت بھی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق انہیں جلد ہی سیٹل بھی کر دے گا۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جب تنگیِ رزق کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے انہیں نکاح کا مشورہ دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ترجمہ: ’’تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔‘‘ (سورۃ النور۔32)

اللہ تعالیٰ نے انکے آرام وسکون کے لئے ان کی بیویاں بنائیں ہیں ان کے پاس سکون ،محبّت اور رحمت رکھ دی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبّت اور ہمدردی قائم کر دی،یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘(سورۃ الروم۔21)

آج نوجوانوں کے پاس اللہ کی نشانیاں دیکھنے اور غور وفکر کرنے کا وقت ہی کہاں ہے؟

بائیس پچیس سال تو تعلیم حاصل کرنے میں گذر جاتے ہیں، پھر اگلے دو چار سال ملازمت کی تلاش اور شادی کے لیے پیسہ جمع کرنے میں گذر جاتے ہیں۔تب تک چہرے کی شوخی و رونق کھو کر بڑھاپے کی لکیریں نمایاں ہونے لگتی ہیں، تب کہیں جا کر والدین اپنے لڑکے کے لیے خوبصورت دلہن کی تلاش شروع کرتے ہیں۔

ایسے ہی لڑکیوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔لڑکیاں بہت زیادہ پڑھی لکھی ہونے کی وجہ سے انہیں ویسے ہی لڑکے کی تلاش ہوتی ہے۔اور اگر کوئی امیر زادی کم پڑھے لکھے اور مڈل کلاس لڑکے سے شادی کرنا چاہے تو یہاں والدین کی انا کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔کہیں پر خاندانوں کے مسئلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کئی لڑکیاں تو جہیز کی لعنت کی وجہ سے ساجن کے سپنے سجائے بابل کے آنگن میں ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں۔

تو دوسری طرف اکثر والدین اپنی بیٹی کے لئے آسمان سے اترے گھوڑے پر سوار کسی شہزادے کی تلاش میں جان بوجھ کر بیٹی کو گھر میں بٹھائے رکھتے ہیں۔شادی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہوتی ہے اور انسان کو مکمل ہونے کے لیے ایک شریک حیات کی ضرورت ہوتی ہے۔

معاشرے پر غور کرلیں تو پتہ چلے گا دنیا کے آدھے فسادات انسان کی اسی نفسانی خواہش کے زیراثر ہوتے ہیں۔ایسے ماحول میں اتنا عرصہ کنوارہ رہنے کے دوران معاشرے میں جس قدر بے راہ روی پروان چڑھ رہی ہے اسے کون نہیں جانتا۔

ناجائز تعلقات،افیئر اور غیر شرعی طریقوں سے نوجوان نسل اس ضرورت کو پورا کرتی ہے۔اوپر سے بچوں میں انٹرنیٹ اور موبائل کا بے جا استعمال۔ والدین اس بات سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں کہ انکے بچے بارہ پندرہ سال کی عمر سے ہی فیس بک ،واٹس ایپ اور دیگر سوشل میڈیا ایپس پر گرل فرینڈز یا بوائے

فرینڈز بنا لیتے ہیں لیکن بائیس پچیس سال کی عمر میں بچوں کا نکاح کرنے میں والدین کی جان جاتی ہے۔

ایسے حالات میں تو نکاح کو آسان کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ مجموعی طور پر معاشرہ مثبت سمت میں لے جایا جا سکے۔

اللہ کے واسطے اسٹیٹس، خاندان، نوکری اور جہیز وغیرہ کے چکر میں پھنس کر اپنے بچوں کی شادیوں میں دیر نہ کریں۔ آپ کے بچے شرم اور آپ کی عزت کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ پاتے لیکن آپ ان کی شادی میں دیر کر کے نہ صرف ان پر ظلم کرتے ہیں بلکہ ان کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ انہیں برائی کی طرف لے جانے کے ذمہ دار بھی بن رہے ہیں۔

اگر ہمارے معاشرے میں اس روایت کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ بچہ کی شادی کی عمر ہوتے ہی بچے یا بچی کا مناسب رشتہ دیکھ کر یا بچوں کی پسند سے ہی انکا نکاح کر دیا جائے تو اس سے نہ صرف معاشرتی برائیاں کم ہوں گی بلکہ موبائیل فون اور انٹرنیٹ کی دوستیوں نے جو شریف گھرانوں کا سکون برباد کیا ہوا ہے اس کا بھی سدباب ہو سکے گا۔ اللہ پاک ہر بیٹی کے نصیب اچھے کرے۔ آمین۔

رحمت بوٹ ہاؤس

باٹا اور لوکل، پرائیوٹ کی تمام ورائیٹیز دستیاب ہیں

جوگر شوز | کور شوز | ہوائی چپل

پشاوری سینڈل | نائیلون کی چپل | لیڈی سینڈل

دینی مدارس، اقراء اسکولز اور الحماد روضۃ الاطفال
طلباء وطالبات کے لئے شوز پر خصوصی رعایت

پروپرائیٹر: سید مبشر اللہ احمد راشد 0321-2548435

السید ہاؤس MC- 1441 گرین ٹاؤن، عظیم پورہ Y کا آخری اسٹاپ، کراچی

مسجد اور ڈھول کی تھاپ

مولانا اسماعیل صاحب

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے:

”وان المساجد لله فلاتدعوا مع الله احدا“.(الجن)

ترجمہ:اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سومت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔

یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کیلئے مسجد بنادی گئی ہے لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔وہاں جاکر اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو،خصوصا مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہائی کی عبادت کیلئے بنائی گئی ہیں(تفسیر عثمانی)۔سوچنے کی بات ہے کہ عبادت (خواہ کسی بھی مذہب کی ہو) کتنی اہمیت کی حامل ہوتی ہے ،لیکن اللہ نے اس سے بھی روک لیا ہے (اگر عبادت غیر اللہ کی ہے) اور مسجد میں بالخصوص ایسی عبادت کی قطعا گنجائش نہیں ہے۔صرف یہی نہیں مسجد کے ادب واحترام کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی ایسی باتیں یا ایسا کام کرنا جس سے مسجد کا تقدس پامال ہو،درست نہیں ہے۔ہر مسلمان بلکہ ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ کسی مذہب کے معبد (عبادت خانہ) کی ان لوگوں میں کتنی اہمیت ہوتی ہے۔کسی بھی مذہب کا شخص کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ اس کے عبادت خانہ میں کوئی بھی شخص چاہے اس کے مذہب کا ہو یا غیر مذہب کا تقدس کو پامال کرے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسے افراد موجود ہیں جو چیخ چیخ کر اپنے مسلمان ہونے کا بلکہ کسی بھی عالم یا مفتی سے بڑھ کر دین کو سمجھنے کا دعوی کرتے ہیں اور عالم یہ ہے کہ مسجد کی عزت وعظمت،ادب واحترام سے بالکل ناواقف ہیں۔ایسے نام نہاد مسلمان جن سے مسجد کا تقدس بھی محفوظ نہ ہو،نہ جانے اتنی بہادری اور دلیری سے علماء کرام پر تنقید کیسے کرتے ہیں،علماء کرام کے ساتھ بدتہذیبی اور فنکاروں کی حوصلہ افزائی کسی بھی صورت ایک مسلمان، بلکہ ملک پاکستان کے اعلی عہدہ پر فائز شخص کو زیب نہیں دیتی،لیکن افسوس لوگ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ملک خداداد پاکستان کی بنیاد کیلئے لوگ صرف اور صرف اس بات پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرگئے ہیں کہ سرزمین پاک میں مذہبِ اسلام پھلے اور پھولے،اسلامی تعلیمات کی آبیاری کی جائے،آزاد ماحول میں مسلمان نسل اپنے مذہب پر عمل پیراہو،نہ کہ اس لئے کہ غیر مسلموں کی تقلید کی جائے،اسلام کے خلاف نفرت پھیلائی جائے،مسجدوں کی عظمت کو پامال کیاجائے،مسجدوں میں ڈھول باجے بجائیں جائیں اور رقص کرنے والے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔کیااس قبیح ترین عمل کیلئے سرزمین ہندوستان کافی نہیں تھی؟ کیایہ ہمارے ان شہداء کے ساتھ غداری نہیں ہے جو سرزمین پاک کیلئے اپناسرتن سے جدا کرواگئے ہیں؟ ذراسوچیئے!جس (نام نہادمسلمان) شخص کومسجد کے ادب واحترام ہی کی اہمیت کااندازہ نہ ہواور جو اپنی سرپرستی میں (بلکہ یوں کہاجائے تو شاید غلط نہ ہو کہ اہل اقتدار کی سرپرستی میں) مسجد کی بے حرمتی اور مسجد کی تقدس کو پامال کرنے کا مرتکب ہو،تووہ شخص مسلمانوں کاخیرخواہ کیسے ہوسکتاہے؟ایسے شخص سے اسلام کی ترقی کی امید کیسے جاسکتی ہے؟اس گھناؤنی حرکت پر ہم بحیثیت مسلمان خاموش تماشائی بنے رہیں،یہ ہماری دینی غیرت اپنے مذہب سے محبت، نبیﷺ سے عشق کی بدولت گوارانہیں کرتی کہ ملک خداد پاکستان میں اللہ کے گھر کی توہین وبے حرمتی ہو اور ہم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ جس رب نے عموماً کہیں پربھی اور خصوصاً مسجد میں غیراللہ کی عبادت سے روک دیاہووہ کیونکرمسجد میں ڈھول کی تھاپ اور رقص کرنے والے کے رقص کو برداشت کرے گا۔

ناچنا، گانا شریعتِ اِسلامیہ میں بہت مذموم بتلایا گیا ہے اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ“. (سُورہ لقمان)

"ترجمہ:اوربعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کوخریدتے ہیں جوکھیل کی باتیں ہیں تاکہ بغیرعلم کے اللہ کے راستے سے ہٹائیں اور اللہ کی راہ کامذاق بنائیں،اور ان لوگوں کیلئے ذلیل کرنے والاعذاب ہے۔(انوارالبیان)

"حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں (لَھْوَالْحَدِیْثِ) کے معنٰی اورتفسیر میں مفسرین کے اَقوال مختلف ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابنِ عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں اِس کی تفسیر گانے بجانے سے کی گئی ہے (رواہ الحاکم وصححہ البیہقی فی شعب وغیرہ)۔ جمہورصحابہ وتابعین اور دیگرمفسرین کے نزدیک (لَھْوَالْحَدِیْثِ) عام ہے تمام اُن چیزوں کے لیے جواِنسان کواللہ کی عبادت سے غفلت میں ڈال دیں، اِس میں غنا اورمزامیر (موسیقی اورآلاتِ موسیقی) بھی شامل ہیں اور بیہودہ قصے کہانیاں بھی۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الا دب المفرد" میں اور اِمام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" میں (لَھْوَالْحَدِیْثِ) کی یہی تفسیر اِختیارکی ہے اِس میں فرمایاکہ:” لَھْوَالْحَدِیْثِ ھُوَالْغِنَاءُ وَاَشْبَاھُه“ یعنی (لَھْوَالْحَدِیْثِ)سے مراد گانا اوراُس سے مشابہ دُوسری چیزیں ہیں (یعنی جواللہ کی عبادت سے غافل کردیں) (معارف القرآن)۔

اِس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جوباہر سے ایک گانے والی کنیزخرید کرلایا تھا اور جس کسی کے بارے میں سنتا کہ وہ اِسلام کااِرادہ رکھتاہے اُسے اپنی لونڈی کے پاس لے کرآتا اور کہتا کہ اِسے کھلاؤ پلاؤ اور گانا سناؤ کہ یہ اُس سے بہتر ہے جومحمد تمہیں حکم دیتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور اپنی جان دو۔(درِمنثور،ج۶،ص۵۰۴ دارُ الفکر، بیروت)۔اِرشادِنبوی ہے”الغناء ینبت النفاق فی

القلب". (سنن ابی داود) "حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "گانا" دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔" اسی طرح حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے مَروی ہے:"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ضَرْبِ الدُّفِّ وَالطَّبْلِ وَصَوْتِ الزَّمَّارَةِ" کہ نبی کریم ﷺ نے ڈھول اور طبلہ بجانے اور بانسری کی آواز سے منع فرمایا۔(نیل الاوطار:113/8) حضرت ابوامامہ کی ایک روایت میں ہے:"إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُبْغِضُ صَوْتَ الْخَلْخَالِ كَمَا يُبْغِضُ الْغِنَاءَ وَيُعَاقِبُ صَاحِبَهُ كَمَا يُعَاقِبُ الزَّامِرَ، وَلَا تَلْبَسُ خَلْخَالاً ذَاتَ صَوتٍ إِلَّا مَلْعُونَةٌ" ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ پازیب کی آواز کو ایسے ہی ناپسند کرتے ہیں جیسے گانے کی آواز کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے پہننے والی کو اسی طرح سزا دیتے ہیں جیسے بانسری بجانے والے کو دیتے ہیں،اور بجنے والی پازیب وہی عورت پہنتی ہے جو ملعونہ ہے(یعنی رحمتِ الٰہی سے دور ہوتی ہے)(کنز العمال:45071)۔

جب اللہ رب العزت اور ان کے پیارے محبوب سرکار دوعالم ﷺ کسی کام کو اتنا ناپسند کرتے ہوں تو کوئی مسلمان یہ سب کام کیونکر کرسکتا ہے۔ اور جو کام عام جگہوں پر منع ہیں تو مسجد میں تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا،یاد رکھیئے گا اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اگر کوئی گناہ کرنے کے باوجود اللہ کی پکڑ سے محفوظ ہے تو وہ اپنی حرکت پر جرأت کا مظاہرہ نہ کرے کیونکہ کوئی انسان اللہ رب العالمین کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔وہ ڈھیل دیتا ہے اس کی ڈھیل کو اپنی پاکبازی کی دلیل سمجھنا بے وقوفی اور سراسر نادانی ہے۔جب تک آپ کی آنکھیں کھلی ہیں دنیا کی چمک دمک سے آپ محظوظ ہورہے ہیں۔غنیمت جانیئے ان آنکھوں کے بے نور ہونے کے بعد آخرت کی چمک دمک سے صرف وہیں لوگ محظوظ ہوں گے جو احکامات ربانی پر عمل پیرا ہوئے۔اللہ رب العزت ہمیں اپنے تمام احکامات پر عمل کرکے اپنی آخرت سنوارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

گوشۂ خواتین

اسلام میں صنفِ نازک کی حیثیت

محترمہ منفوسہ صاحبہ

اسلام کا مقصد تمام دنیا کو ایک سطح پر لانا تھا۔ اس کی شہنشاہی میں پست و بلند، شاہ و گدا، امیر و غریب، عالم و جاہل، عورت و مرد، سب میانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی تعلیمات، احکام و قوانین کے ذریعے سے تمام دنیا کو مساوات کا پیغام سنایا، جس سے مذہب، اخلاق، تمدن اور سیاست کا قالب بدل گیا، اور اس میں وہ نئی روح حرکت کرنے لگی، جس کے پیدا کرنے کو اہل اسلام اپنا اوّلین فرض سمجھتے تھے۔

اسلام سے پہلے دنیا نے جس قدر ترقی کی تھی۔ صرف ایک صنف (مرد) کی اخلاقی اور دماغی قوتوں کا کرشمہ تھی۔ مصر، بابل، ایران، یونان اور ہندوستان مختلف عظیم الشان تمدن کے چمن آرا تھے، لیکن ان میں صنف نازک (عورت) کی آبیاری کا کچھ دخل نہ تھا۔ اسلام آیا تو اس نے دوصنفوں (مرد وعورت) کی جدوجہد کو وسائل ترقی میں شامل کرلیا، اس لیے جب اس کے باغِ تمدن میں بہار آئی تو ایک نیا رنگ و بو پیدا ہوگیا۔

عورت کو دنیا نے جس نگاہ سے دیکھا وہ مختلف ممالک میں مختلف رہی ہے۔ مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے۔ روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے۔ یونان اس کو شیطان کہتا ہے تورات اس کو لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اس کو باغ انسانیت کا کانٹا تصوّر کرتا ہے۔ یورپ اس کو خدا یا خدا کے برابر مانتا ہے۔ لیکن اسلام کا نقطۂ نظر ان سب سے جداگانہ ہے۔ وہاں عورت نسیم

اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ سمجھی جاتی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے، مدینہ میں نسبتاً ان کی قدر تھی۔ لیکن جب اسلام آیا اور خدا نے ان کے متعلق آیتیں نازل کیں، تو ہم کو ان کی قدرو منزلت معلوم ہوئی (بخاری رقم ۶۱۶۱)۔اس بناء پر اسلام میں عورت کی جو قدرو منزلت قائم ہوئی وہ بلحاظِ نتائج دیگر اقوام و مذاہب سے بالکل مختلف تھی۔ تمام دنیا اپنی قومی تاریخ پر ناز کرتی ہے۔ اور بجا طور پر کرتی ہے۔لیکن اگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ ان افسانہائے پارینہ میں صنفِ نازک کی سعی وکوشش کا کس قدر حصہ تھا؟ تو دفعتہً ہر طرف خاموشی چھا جائیگی اور فخر وغرور کا سارا ہنگامہ سرد ہوکر رہ جائیگا۔ یونان بلاشبہ اپنی ربات النوع ،کو پیش کرسکتا ہے۔ یورپ کا ''گولڈن ڈیڈس'' چند جنگ آزما عورتوں کو منظر عام پر لاسکتا ہے۔لیکن کیا ان کی وجہ سے دنیا نے کچھ ترقی بھی کی ہے؟ اور تمدن کا قدم ایک انچ بھی آگے بڑھ سکا ہے؟ تاریخ ان سوالات کا جواب نفی میں دیتی ہے۔

قومی تاریخ کو چھوڑ کر اگر دنیا کی کسی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کروتو صاف نظر آئیگا اس کے اوراق بھی صنف نازک کے عظیم الشان کارناموں سے خالی ہیں۔مصر اس سلسلہ میں آسیہ بنت مزاحم کو پیش کریگا۔تورات مریم اخت ہارون کو آگے بڑھائیگی۔ ان خواتین کی مذہبی یا اصلاحی کارنامہ تاریخ نے بھی یاد رکھا ہے؟ بخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کِنار عاطفت میں جگہ دی ۔انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کام انجام دیئے ہیں۔جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے مسئلہ سے اصولاً کسی کو اختلاف نہیں ہے۔گفتگو جو کچھ ہے ایک مسلمان عورت، مذہب اخلاق اور معاشرت کے قدیم اصول کو قائم رکھ سکے گی یانہیں؟ یا دوسرے الفاظ میں قدیم اسلامی روایات کا تحفظ کر سکے گی یانہیں ؟ جن لوگوں کو مسئلہ تعلیم نسواں سے اختلاف ہے وہ اسی شبہ کو اپنی دلیل

قرار دیتے ہیں اور موجودہ دور کے تعلیم یافتہ مردوں نے جو مذہبی ، اخلاقی اور معاشرتی نمونے قائم کئے ہیں۔ ان سے بھی اس شبہ کی تائید ہوتی ہے۔اور غیرقوموں کی تعلیم یافتہ عورتوں نے بھی ہماری خواتین کے لیے کوئی عمدہ نمونہ قائم نہیں کیا۔لیکن اسلام کی قدیم تاریخ ہمارے سامنے مسلمان عورت کا بہترین اور اصلی نمونہ پیش کرتی ہے۔ اور جبکہ زمانہ بدل رہا ہے۔ یورپین تمدن اور یورپین طرز معاشرت سے ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی بیزاری کر رہے ہیں ۔اگر ہماری عورتوں کے سامنے اسلام کی ممتاز اور برگزیدہ خواتین کا نمونہ پیش کردیا جائے تو انکی فطرتی لچک ان سے بھی زیادہ متاثر ہوسکے گی۔ اور موجودہ دور کے مؤثرات سے بیزار ہوکر خالص اسلامی اخلاق، اسلامی معاشرت اور اسلامی تمدن کا نمونہ بن جائیگی ۔

اسلام کے ہر دور میں اگر چہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ہے۔لیکن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ، بنات طاہرات رضی اللہ عنہن اور اکابر صحابیات رضی اللہ عنہن، ان تمام حیثیات کی جامع ہیں۔ اور ہماری عورتوں کے لیے انہی کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے اسوۂ حسنہ بن سکتے ہیں، اور موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں الغرض اسلام نے عورت اور مرد دونوں کا درجہ یکساں بلند کیا اور خلفائے راشدین اور عام مسلمانوں نے اس درجہ کو قائم رکھا۔لیکن صحابیات کو یہ درجہ صرف مذہب، اخلاق اورحسن معاشرت کی بناء پر حاصل ہوا تھا، اورآج ہی ان چیزوں سے عورتیں اپنے درجے کو بلند کرسکتی ہیں۔

سنہرے نقوش

قسط:23

از حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

صفوان بن سلیم کا استغناء

حضرت صفوان بن سلیم زہری بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ علمی کمالات کے ساتھ زہد و ورع میں ممتاز تھے۔ ان کے متعلق امام احمد بن جنبلؒ فرماتے ہیں کہ وہ خدا کے بہترین بندوں میں تھے اور ان کے وسیلہ سے پانی کی دعا کی جاتی تھی۔ ان کی بے نیازی اس درجہ پر تھی کہ خلفاء اور امرا ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، مگر قبول نہ کرتے۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ آیا، اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہمراہ مسجدِ نبوی دیکھنے گیا۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مقصورہ کا دروازہ کھولا تو اس میں صفوانؒ نظر آئے۔ سلیمان انہیں پہچانتا نہ تھا، عمر بن عبدالعزیزؒ سے پوچھا: یہ کون بزرگ ہیں؟ ان کے بشر سے بہتر آثار میں نے نہیں دیکھے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا: امیرالمومنین! یہ صفوان بن سلیم ہیں۔ ان کا نام سن کر اس نے غلام کو پانچ سو دینار کی تھیلی ان کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ غلام نے لے جا کر پیش کی کہ امیرالمومنین کی جانب سے نذرانہ ہے۔ وہ یہاں موجود ہیں۔ صفوان نے کہا کہ: تم کو دھوکا ہوا ہے کسی اور کے پاس بھیجی ہوگی۔ غلام نے عرض کیا۔ آپ صفوان نہیں ہیں؟ فرمایا: ہوں تو میں ہی، غلام نے کہا: تو آپ ہی کو دیا ہے۔ فرمایا: جاؤ دوبارہ پوچھ آؤ۔ جیسے ہی غلام پوچھنے کے لئے لوٹا، صفوان فوراً جوتا اُٹھا کر مسجد سے نکل گئے، اور پھر جتنی دیر سلیمان مسجد میں رہا، نہ دکھائی دیئے۔

ایک بیوہ کی دُہائی اور مامون کا انصاف

دولت عباسیہ کا وہ تاجدار مامون الرشید جس نے شیرواں کے عدل اور حاتم کی سخاوت کو دنیا کے دل سے فراموش کردیا، سلطنت بغداد پر جلوہ افروز ہے۔ شہزادہ عباس مامون الرشید کا بڑا لڑکا طائفۃ النحل کے قریب شکار میں مصروف ہے، غروب ہونے والے آفتاب کی شعاعیں آب دجلہ کے قدموں میں لوٹ رہی ہیں۔ طائران خوش الحان کے نغمہ میں منہمک جو کنارِ دریا پر وداع روز روشن کا مرثیہ پڑھ رہے تھے۔ ایک حسین عورت پانی کا گھڑا بھر رہی تھی، عباس اس کو دیکھ کر آگے بڑھا اور پوچھا۔

”تو کون ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے، کیا ایسے غیرآباد مقامات پر بھی جہاں پہاڑ اور جنگلوں کے سوا کچھ نہیں ہے، حسن جنم لے سکتا ہے؟“

شہزادہ اپنا فقرہ ختم کر کے دیکھتا ہے تو غیور عورت کے چہرے پر بل آچکا تھا، اس کا چہرہ غصہ تمتما اٹھا۔ اس نے شہزداہ کے سوال کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور آگے بڑھ گئی۔

باپ کی عظیم الشان حکومت کا جن عباس کے سر پر سوار تھا، حکم دیا اس عورت کا حسب ونسب معلوم کرو اور میری طرف سے نکاح کا پیغام دیدو۔ نوکر چاکر اس عورت کے پیچھے روانہ ہوئے۔ شہزادہ نے اپنا شکار ملتوی کیا اور خیمہ میں آکر خاموش بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک خادم نے آکر عرض کیا۔

عورت خاندان برامکہ کی لڑکی مغیرہ بنت ازدار ہے۔ وہ دو بچوں کی ماں اور حسین ابن موسیٰ کی بیوہ ہے۔ اس کے ورثاء میں سے اب کوئی زندہ نہیں، صرف دو معصوم بچے ہیں۔ نکاح پیغام اس کے واسطے قیامت سے کم نہ تھا۔ آپے سے باہر ہوگئی اور یہ الفاظ کہے۔

”ہارون ہماری جانیں تباہ کرچکا، اب مامون ہماری عزت کے درپے ہے، لیکن عباس یاد رکھے کہ اس کی شہزادگی کو اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کی دہلیز پر دونوں ہاتھوں سے مسل دوں گی۔“

رات کا پردہ دنیا کے چہرے سے اٹھا، ادھر صبح صادق آل برامکہ کی بربادی کا نوحہ کرتی ہوئی نمودار ہوئی۔ ادھر طائفۃ النخل کے مختصر سے مکان میں مغیرہ نے نماز فجر سے فراغت پا کر چھوٹے بچے کو کلیجہ سے لگا کر پیار کیا اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شہزادہ عباس کا پیغام ایک قاصد کے ذریعہ سے اس کے کان میں پہنچا۔

''شہزادہ عباس کا غصہ تیری جان اور مال خاک میں ملادے گا، یہ مکان ضبط کیا جاتا ہے اور تجھ کو دو گھنٹے کی اجازت ہے، یہ مکان خالی کردے۔''

مغیرہ یہ پیغام سن کر دروازے پر آئی اور قاصد سے کہا:

''عباس اس وقت کو بھول جائے جب میرے دادا جعفر کا سر اس کے دادا ہارون کے سامنے رکھا گیا اور اس بے گناہ قتل نے آل برآمکہ کو دو دو دانوں کا محتاج کردیا، لیکن برامکی بیبیاں مظالم عباسیہ کو جس تحمل سے برداشت کرتی آئی ہیں، تاریخ اس کو فراموش نہیں کرسکتی۔''

اتنا کہہ کر مغیرہ ایک سفید چادر سر پر ڈال کر دونوں بچوں کو ساتھ لیکر باہر نکل گئی۔

دوسری صدی ہجری ختم کے قریب ہے، مامون الرشید کا دربار گرم ہے۔ مامون کے پہلو میں عباس تخت نشین ہے۔ امراء وزرا خاموش بیٹھے ہیں، کہ مظلوم مغیرہ جس کا چہرہ چودھویں رات کو شرماتا تھا، لیکن اب ضعیفی کے آثار نمودار ہورہے تھے، دربار شاہی میں حاضر ہوئی اور کہا۔

''ایک بیوہ کا مکان صرف اس لئے کہ وہ اپنی عصمت کی محافظ تھی، سلطنت عباسیہ کو مبارک ہو، لیکن مامون الرشید ایک دن اس بادشاہ کو بھی منہ دکھانا ہے، جس کی سلطنت کبھی فنا نہ ہوگی۔ ایک ظالم کی تیرے پاس فریاد لاتی ہوں، انصاف کر اور داد دے۔''

تمام درباری عورت کا منہ تکنے لگے، مگر کسی کی اتنی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کی موجودگی میں اس سے بات کرسکتا۔

مامون الرشید نے عورت سے کہا: اس ظالم کا نام بتا کہ وہ کون ہے؟ عورت ہنسی اور ہنس کر کہا:

''شہزادہ عباس جو تخت شاہی پر آپ کے برابر بیٹھا ہے۔''

آج مسلمان دنیا بھر کے عیوب کا مخزن ہوجائیں، مگر یہ مردہ قوم کبھی زندہ بھی تھی، مامون کا چہرہ اتنا سنتے ہی غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اس نے چوبدار کو حکم دیا کہ عباس کو اس عورت کے برابر کھڑا کردے تاکہ مدعی اور مدعا علیہ میں کوئی امتیاز نہ رہے۔

شہزادہ عباس خاموش تھا، اور ہر سوال کے جواب میں رک رک کر ایک آدھ بات کہہ دیتا تھا۔ مغیرہ دھڑلے سے اپنی داستان مصیبت بیان کررہی تھی۔ اس کے چہرے سے عصمت کا خون ٹپک رہا تھا، یہاں تک کہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

''عباس! یہ صحیح ہے کہ تو مامون الرشد کا لڑکا اور سلطنت کا مالک ہے، لیکن یہ ہاتھ منتظر تھے اس وقت کے کہ اگر تو اپنی دھن میں آگے بڑھ کر قریب پہنچتا تو گردن خاک میں ملادیتے۔ آل برآمکہ کی دولت عباسیوں نے پامال کردی، مگر ہماری عصمت وہ دولت ہے کہ ہم عباسی سلطنت کو اس پر سے قربان کردیں۔''

وزرائے سلطنت مغیرہ کی جرأت پر متعجب ہوئے اور کہا یہ بیبا کی آداب شاہی کے خلاف ہے، ادب سے گفتگو کرو۔

مامون نے کہا، اس کو مت روکو، یہ حق رکھتی ہے کہ جو کچھ اس کے منہ میں آئے، کہے، یہ صرف اس کی صداقت ہے، جس نے اس کی زبان کو تیز اور اس کے حوصلہ کو بلند کردیا اور عباس کی کمزوری ہے، جس نے اس کو گونگا بنادیا۔

اسی وقت پانچ تھیلیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی اپنے ہاتھ سے لیکر مامون الرشید نے مغیرہ کے قدموں میں ڈال دیا اور نہ صرف اس کا مکان واپس کیا، بلکہ ایک جلیل الشان محل قصر مغیرہ کو عطا فرما کر درخواست کی کہ وہ شہزادے کا قصور معاف کردے۔

مصائب سے چھٹکارہ صبر سے

ظالم حکومتوں اور جابر امراء کے مقابلہ میں اعلانِ حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صلحائے امت کا خاص طغرائے امتیاز رہا ہے ، لیکن اس باب میں حضرت امام حسن بصری کا طرز عمل ان سے مختلف تھا۔وہ ان کے مقابلے میں سکوت افضل سمجھتے تھے۔

عمارہ بن مہران کا بیان ہے کہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے کہا :آپ امراء کے پاس جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں فرماتے ؟ جواب دیا:''مومن کو اپنا نفس ذلیل نہ کرنا چاہئے ۔اس زمانہ کے امراء کی تلواریں ہماری زبانوں سے آگے بڑھ گئی ہیں ۔ جب ہم ان سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلواروں سے جواب دیتے ہیں ۔'' ان حالات میں آپ ظلم کی تلوار کے مقابلے میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ابو مالک ؒ کا بیان ہے کہ حسنؒ سے جب کہا جاتا ہے کہ آپ میدان میں نکل کر ان حالات کو بدلتے کیوں نہیں؟ تو فرماتے کہ

''اللہ تعالیٰ حالات تلوار سے نہیں، بلکہ توبہ سے بدلتے ہیں ۔''

آپ فرمایا کرتے تھے:

> ''کہ جب لوگ اپنے حکمراں کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کئے جائیں،اور اس پر صبر کریں تو خدا ان کو جلد اس مصیبت سے نکال دے گا۔لیکن جو تلوار نکال لیتے ہیں اور اس پر اعتماد کرنے لگتے ہیں ، خدا کی قسم اس کا کبھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا ۔''

سو گھرانوں کی کفالت

حضرت علی بن حسین جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر تھے۔ کربلا کے میدان میں اہلِ بیتِ نبوی کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا۔ بڑے سخی اور دریادل تھے۔ خدا کی راہ میں بے دریغ صرف کرتے تھے۔ فقیروں اور ضرورت مندوں کے لئے ہمیشہ ان کا ہاتھ کھلا رہتا۔ مدینہ کے معلوم نہیں کتنے غریب گھرانے آپ کی ذات سے پرورش پاتے تھے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پاتی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ خفیہ طور پر مستقل سو (۱۰۰) گھرانوں کی کفالت کرتے۔ آپ بہ نفس نفیس خود راتوں کو جا کر لوگوں کے گھروں پر چھپ چھپ کر صدقات پہنچاتے تھے۔ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی معاش کا کوئی وسیلہ نہ تھا۔ رات کی تاریکی میں غلہ کے بورے اپنی پیٹھ پر لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ وفات کے وقت جب غسل دیا جانے لگا تو جسم مبارک پر نیل کے داغ نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ آٹے کی بوریوں کے بوجھ کے داغ ہیں جنہیں آپ راتوں کو لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے۔ سائلین کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کوئی سائل آتا تو ''میرے توشہ کو آخرت کی طرف لے جانے والے مرحبا'' کہہ کر اس کا خیر مقدم کرتے۔ سائل کو خود اُٹھ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے: ''صدقات سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں جاتے ہیں۔'' محبت الٰہی انسان کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو اس کی زندگی کا سانچہ بدل جاتا ہے۔ فکر و عمل کی بلندی، خدمت خلق، راست بازی اور سچائی کتنی خوبیاں ہیں جو صرف اسی جذبے کا نتیجہ ہیں، خدا کی محبت کی راہ اس کے بندوں کی محبت میں سے ہو کر گزری ہے۔ جو انسان چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا بھی سیکھے۔ ہمارے بزرگوں نے محبت الٰہی کی اسی عملی راہ کو اختیار کیا تھا۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو دل پریشان ہو جاتا، بھوکوں کا خیال آتا تو لقمے حلق میں اٹکنے لگتے تھے۔

حضرت سالم بن عبداللہ حد درجہ محتاط اور زاہد تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا۔ آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جا کر پوچھا: تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں لیکن آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کیجئے، آپ نے پوچھا: تم نے صبح کی نماز آج پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے۔ یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا: یہ شخص مسلمان ہے۔ آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ وامان میں آ گیا''۔

حجاج نے کہا: ہم اس کو صبح کی نماز کے لئے تھوڑے ہی قتل کرتے ہیں، بلکہ اس لئے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے معاونوں میں ہے فرمایا:

''اس کے لئے اور لوگ موجود ہیں جو عثمان کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔''

سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا:

''سالم نے سمجھ داری سے کام لیا۔''

سلطان صلاح الدین ایوبی کی امانت ودیانت

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین مصر وشام کی وسیع وزرخیز سلطنتوں کا مالک تھا، لیکن جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے خزانے سے صرف ۴۷ درہم ناصری اور ایک دینار نکلا اور تابوت وکفن دمشق کے نامور عالم قاضی فاضل نے مہیا کئے، جس نے رزق حلال سے اپنے ہاتھ کی کمائی یعنی محنت مزدوری سے یہ چیزیں بہم پہنچائی تھیں۔

ایک مرتبہ ۵۷۹ھ میں سلطان صلاح الدین کا ہاتھ بہت تنگ تھا، اس نے اپنے بھائی ملک العادل سے 1-1/2 لاکھ دینار بطور قرض مانگا۔ ملک العادل نے کہا اگر معاوضہ میں حلب (شہر) عنایت ہوتو حاضر ہوں۔ سلطان نے کہا بہت بہتر دوسرے دن ملک العادل نے کہا بیعنامہ تحریر کردیجئے۔ سلطان نے ناخوش ہوکر کہا کیا تم نے یہ خیال کرلیا ہے کہ سلطنتیں بھی فروخت ہوا کرتی ہیں، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مکان مکینوں اور سکونتیں ساکنیں کا حق ہیں۔ ہم تو رعایا کے خزانچی اہل دین کے نگہبان اور محافظ ہیں۔ یہ روپیہ اور زرومال نہ میرا ہے نہ تمہارا۔ یہ انہی کا حق ہے جن سے ہم کسی نہ کسی رنگ میں (بصورت مالیہ یا جزیہ) وصول کرتے ہیں۔ جوشخص میرے پاس آکر اپنا حق ظاہر کرتا ہے وہ مجھ پر احسان کرتا ہے کہ اپنا مال مجھ سے لے کر مجھے سبکدوش کرتا ہے اور اپنی امانت مجھ سے واپس لیتا ہے۔

فاتح بیت المقدس جس نے تمام عیسائی طاقتوں کی مجتمع فوج کو شکست دی تھی، نظام اسلام کے سامنے بالکل بے بس تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس کے نہایت عزیز چچازاد بھائی تقی الدین پر کسی نے دعویٰ کیا۔ باوجود بادشاہ کا عزیز ہونے کے تقی الدین ایک مدعا علیہ کی طرح عدالت میں طلب کیا گیا۔ مدعی کے مقابل میں کھڑا کرکے اس کے حلفی بیانات لئے گئے اور شریعت کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔

اسی طرح ایک تاجر مسمی عمر خلاطی نے خود سلطان پر دعویٰ کیا کہ اس کا ایک غلام سلطان کے قبضہ میں آکر مرگیا ہے اس کے پاس بہت سی دولت تھی جو میرا حق ہے، سلطان نے اس کا دعویٰ باقاعدہ سماعت کرنے کا حکم دیا۔ جب مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو سلطان خود مدعی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ مقدمہ میں حسب دستور کارروائی ہوئی مگر مدعی کا دعویٰ ثابت نہ ہوا اور اسے اپنی جھوٹی کوشش پر بہت شرمندگی ہوئی۔ بادشاہ نے اس کی ندامت مٹانے کے لئے اپنے پاس سے اس کو کچھ رقم دے دی۔

نورالدین زنگی کے زمانے میں سلطان صلاح الدین دمشق کا کوتوال تھا اور کمال الدین شہروزی دمشق کا حاکم اور قاضی تھا۔ صلاح الدین کے جو فیصلے خلاف شریعت یا غلط ہوتے تھے، کمال الدین ان کو مرافع

یعنی اپیل میں توڑ دیتا تھا، ان وجوہات سے کچھ جھگڑا آپس میں رہتا تھا۔

جب یاوریٔ قسمت سے صلاح الدین بادشاہ ہوگیا تو بجائے اس کے کہ وہ ان تنازعات اور رنجشوں کو یاد کرتا اس نے نہ صرف کمال الدین کو بدستور قاضی اور حاکم دمشق رہنے دیا بلکہ اس کی بزرگی وقابلیت اور اس کی جرأت ودلیری کی تعریف کی، اور اس کو اور اس کے بھتیجے ضیاء الدین کو ہمیشہ تحائف ونقد انعام سے سرفراز کرتا رہا۔

تو زمین کا بادل ہے

ایک دفعہ نظام الملک سلطان ملک شاہ کے ساتھ بغداد میں گیا، مقدس مقامات کے زوار اور ارباب حاجت نے گھیر لیا۔ کوئی اس کی فیاضی سے محروم نہ رہا، جب حساب ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ بمد عطیات ۴۰ رہزار دینار (15 رہزار تولہ سونا) صرف ہوگئے۔ حکم دیا فی الحال وظائف ملتوی کئے جائیں اور کوئی سائل میرے پاس نہ آئے اس زمانہ میں بغداد میں ایک واعظ شیخ ابوسعد کے نام سے تھے وہ نظام الملک کے پاس پہنچے اور کچھ بولنے کی اجازت چاہی اور جواب اثبات میں ملتے ہی آپ نے فرمایا، وہ شخص جس کو باری تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حکمران بنایا ہے اگر وہ حوادث میں مساکین کی امداد نہ کرے۔ اپنے وقت اور روپیہ کو ٹھیک استعمال نہ کرے تو وہ نہ تو اعتکاف وتلاوت کا لطف حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی اور بات کا۔ آپ کو ملک شاہ نے ایک خاص اجرت پر لے لیا ہے۔ یعنی آپ نے اپنا وقت سلطان کے پاس بیچ دیا ہے اس بات کے لئے دنیا میں شہروں اور رعایا کے انتظام اور آخرت میں سلطان کی جانب سے قیامت کے دن آپ جوابدہی کریں گے۔

جب حساب وکتاب کے دن ملک شاہ کو خداوند کریم کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا اور سوال کیا جائے گا کہ ملک شاہ میں نے تجھ کو ایک عظیم الشان سلطنت کی حکومت بخشی تھی اور اپنے بندوں کی مہمات کو

تیرے سپرد کردیا تھا بتا تو نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔تو ملک شاہ اس کے جواب میں کہے گا ۔ الٰہی ! میں نے تیرے بندوں کا انتظام ایک فرزانہ اور مدبر وزیر کے سپرد کردیا تھا ، اب اس کو آپ کے حضور میں پیش کرتا ہوں کیونکہ ہر قسم کی جواب دہی کا وہی ذمہ دار ہے۔

اے فخر اسلام وزیر ! اس دن کو یاد کر جب لوگ آفتاب محشر کی حرارت سے عرق عرق ہوں گے اور اپنے عدل وانصاف کے طفیل سایہ میں کھڑا ہوگا اور تیری بلندی ہمتی اور سیر چشمی ابر رحمت کی طرح تیرے سر پر چھائی ہوگی۔

اے نیک دل وزیر! آسمان کے بادل ساری زمین پر مینہ برساتے ہیں ،تو زمین کا بادل ہے کیا تیری مروت گوارا کرے گی کہ دارالاسلام بغداد تیری فیاضیوں کی بارش سے محروم رہ جائے اور جو مستحقین اور حقیقی امیدوار ہیں وہ منہ دیکھتے رہ جائیں ، چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر حیات ابدی کے حصول میں بھی کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اور وہ ایک امانت تھی جو میں نے ادا کردی ہے اب اس پر عمل کرنا آپ کا کام ہے۔

خواجہ نظام الملک واعظ کی اس تقریر سے بہت خوش ہوا اور ایک ہزار دینار بطور نذر پیش کیا۔ شیخ ابوسعد نے یہ کہہ کر رقم واپس کردی کہ میں بفضل خدا صاحب اراضی وباغات ہوں، مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے آپ کی نیک نامی اور قیام دولت کے لئے بعض مستحقین کی طرف سے جو واجب تھا وہ عرض کیا ہے ،نظام الملک نے اپنا پہلا حکم منسوخ کرکے ابوسعد کی نصیحت کے مطابق عمل کیا یعنی وظائف جاری کردیئے۔

خودکشی اور ہمارا معاشرہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب

زندگی بہت بڑی نعمت ہے، ایسی نعمت جس کا کوئی بدل نہیں، جو جانے کے بعد واپس نہیں آتی، انسان یہ نعمت اپنی محنت اور کدوکاوش سے حاصل نہیں کرتا، بلکہ کائنات کے رب کا عطیہ ہے، ایسا عطیہ جو علم وتحقیق کی اتنی ترقی کے باوجود ایک سربستہ راز ہے، علم و سائنس کی ترقی اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ انسان اپنے ایک ایک عضو کے بارے میں جاننے لگا ہے کہ اس کا حجم کتنا ہے؟ سر کے بال سے پاؤں کے ناخن تک اس نے بدن کے ایک ایک انگ اور رگ و ریشہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے، لیکن آج بھی عقل اس گرہ کو کھولنے سے عاجز ہے اور قدرت کے رازِ سربستہ سے پردہ اٹھانے میں ناکام ہے کہ آخر روح کی حقیقت کیا ہے؟ یہ جسم میں کیوں کر آتی ہے اور کہاں سے آتی ہے؟ پھر کس طرح چپ چاپ جسم کو داغِ فراق دے کر چلی جاتی ہے کہ نہ کوئی ہاتھ ہے، جو اسے تھام سکے، نہ کوئی حساس سے حساس مشینی آلات ہیں، جو اس کو گرفتار کرسکیں، یا کم سے کم اس کی حقیقت کا ادراک ہی کر لیں، انسان کی یہ مجبوری اور علمی بے بسی خدا کا یقین دلاتی ہے اور ایمان میں تازگی پیدا کرتی ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح (زندگی) کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ یہ میرے رب کے حکم اور فرمان سے عبارت ہے: "قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ". (بنی اسرائیل: ۵۸)

پس انسان اپنی ''زندگی'' کا خود مالک نہیں ہے، بلکہ امین ہے، زندگی اس نے حاصل نہیں کی ہے، بلکہ اسے عطا فرمائی گئی ہے، یہ اس کے پاس خالق کائنات کی امانت ہے اور ممکن حد تک اس کی حفاظت

اس کی ذمہ داری ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کا علاج کرنے کی تاکید فرمائی، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا علاج کرایا اور اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ علاج کرانا توکل کے خلاف نہیں، کیوں کہ توکل اور قناعت کے اعلیٰ درجہ پر حضراتِ انبیاء کرام فائز تھے، اور وہ علاج بھی کراتے تھے اور حفظانِ صحت کے اُصول کی رعایت بھی کرتے تھے۔

کوئی بھی ایسا عمل جو انسانی صحت یا زندگی کے لئے مضرت رساں ہو اور انسانی زندگی کو خطرہ میں ڈال سکتا ہو، جائز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز کے کھانے سے منع فرمایا، جو نشہ آور یا جسم کو نقصان پہنچانے والی (مفتر) ہو۔ ''مفتر'' یعنی جسم کے لئے مضرت رساں چیزوں کے کھانے کی ممانعت تو ظاہر ہے کہ صحت اور زندگی کے تحفظ کے لئے ہے، لیکن نشہ آور چیزوں سے منع کرنے کی وجہ جہاں یہ ہے کہ اس سے انسان کی عقل وفہم پر زد پڑتی ہے اور بہت سے اخلاقی مفاسد اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، وہیں یہ بھی ہے کہ یہ ایک میٹھا زہر ہے، جو موت کی طرف زندگی کے سفر کی رفتار کو بڑھا دیتا ہے۔

اسی لئے فقہاء نے نباتات میں ایسی چیزوں کے کھانے کو ناجائز قرار دیا ہے، جو زہر کے قبیل سے ہوں اور انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث ہوسکتی ہوں۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ)

اسلام تو اللہ کی عبادت اور بندگی میں بھی ایسے غلو کو پسند نہیں کرتا کہ انسان اپنی صحت کو برباد کر لے اور جان جوکھم میں ڈالے، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض حضرات نے یہ معمول بنالیا تھا کہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے اور دن میں روزہ رکھتے، ایک دوسرے صحابی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا، تم پر تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے، تمہارے اپنے وجود کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اس لئے کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو، نماز بھی پڑھو اور سونے کا بھی اہتمام کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کے نقطۂ نظر کو درست قرار دیا اور تصویب فرمائی، (بخاری) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بچانے کے لئے دوا کے طور پر ایسی چیزوں کے استعمال کی بھی اجازت دی جو اصلاً ناجائز اور حرام ہیں۔ (بخاری)

یہ اور اس طرح کی اسلامی تعلیمات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جیسے اسلام نے دوسروں کی جان بچانے کا حکم دیا ہے، اسی طرح انسان پر یہ بات بھی واجب ہے کہ وہ بحد امکان اپنی جان کی حفاظت کرے، کیوں کہ زندگی اس کے پاس خدا کی امانت ہے اور امانت کی حفاظت اسلامی، اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے۔ اسی لئے اسلام کی نگاہ میں ''خودکشی'' بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے، ایسا گناہ جو اس کو دنیا سے بھی محروم کرتا ہے اور آخرت سے بھی، خود قرآن مجید نے خودکشی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: ''لا تقتلوا انفسکم'' (النساء: ۹۲) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں جن میں نہایت سختی اور تاکید کے ساتھ خودکشی کو منع فرمایا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی، وہ جہنم کی آگ میں بھی اسی طرح ہمیشہ گرتا رہے گا، اور جس شخص نے لوہے کی ہتھیار سے خود کو ہلاک کیا، وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اپنے پیٹ میں ہتھیار گھونپتا رہے گا، (بخاری، حدیث نمبر: ۵۷۷۸) ایک اور روایت میں ہے کہ گلا گھونٹ کر خودکشی کرنے والا جہنم میں ہمیشہ گلا گھونٹتا رہے گا اور اپنے آپ کو نیزہ مار کر ہلاک کرنے والا دوزخ میں بھی ہمیشہ اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۵۶۳۱، عن ابی ہریرۃؓ)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک اور صاحب نے مدینہ ہجرت کی، وہ دوسرے صاحب بیمار پڑ گئے، تکلیف کی شدت کے باعث ان سے صبر نہ ہوسکا اور ایک ہتھیار سے اپنی اُنگلیوں کے جوڑ کاٹ لئے، رگیں کٹ گئیں اور خون اتنا بہہ گیا کہ انتقال ہوگیا، حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہتر حالت میں ہیں لیکن ان کے ہاتھ ڈھکے ہوئے ہیں، حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ان صاحب نے کہا اللہ نے ہجرت کی وجہ سے مجھے معاف کر دیا، لیکن میرے ہاتھوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑ لیا ہے، میں اسے درست نہیں کرسکتا، حضرت طفیل نے یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ ﷺ نے دُعاء فرمائی کہ بار الہا! ان کے ہاتھوں کو بھی معاف فرما دے! (مسلم، حدیث نمبر: ۶۱۱، عن جابرؓ)

صحابیٔ رسول حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے کی قوموں میں ایک شخص کو زخم تھا، وہ تکلیف برداشت نہ کرسکا، چھری لی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، خون تھم نہ سکا اور موت واقع ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بندہ نے اپنی ذات کے معاملہ میں مجھ پر سبقت کرنے کی کوشش کی، اس لئے میں نے اس پر جنت حرام کر دی، (بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۴۳، مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت مجسم تھے لیکن اس کے باوجود حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے خودکشی کر لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، (مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۸، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۶۸) اسی لئے ایک جلیل القدر فقیہ اور محدث امام احمدؒ کا خیال ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص پر عام لوگ تو نمازِ جنازہ پڑھیں گے، لیکن امام المسلمین نماز جنازہ نہیں پڑھے گا۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۶۸ کے ذیل میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خودکشی اسلام کی نگاہ میں کتنا سنگین جرم ہے؟ یہ دراصل زندگی کے مسائل اور مشکلات سے راہِ فرار اختیار کرنا ہے اور آزمائشوں اور اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ نکلنے کی ایک غیر قانونی اور ایک غیر انسانی تدبیر ہے، بدقسمتی سے ایمان سے محرومی یا کمزوری اور اپنی ذمہ داریوں سے بے اعتنائی کے باعث اس وقت پوری دنیا میں خودکشی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، مغربی ممالک میں سماجی نظام کے بکھراؤ کی وجہ سے عرصہ سے خودکشی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، مغربی ممالک میں سماجی نظام کے بکھراؤ کی وجہ سے عرصہ سے خودکشی کو انسان کا نجی حق تسلیم کیا جاتا ہے، جو لوگ طویل عرصہ سے بیمار ہوں، ان کو بعض مغربی ملکوں میں مہلک انجکشن لگوا کر مرجانے کی قانونی اجازت حاصل ہوگئی ہے، بلکہ ان کے ورثاء اور رشتہ داروں کو بھی اس کی اجازت دے دی گئی ہے اور اس کو ''قتل بہ جذبۂ رحم'' کا خوبصورت نام دیا گیا ہے۔

ہندوستان میں جہیز کی وجہ سے خودکشی کا مسئلہ سماجی ناسور بن گیا ہے، 1980 اور 1990ء میں تو

جہیز کی وجہ سے خودکشی کے مسئلہ نے سنگین صورت اختیار کر لی تھی، جس کی وجہ سے حکومت کو جہیز مخالف سخت قوانین بنانے پڑے اور زبردست مہم چلانی پڑی، تعلیم کے عام ہونے اور فرسودہ رسم ورواج کے بند ڈھیلے ہونے سے جہیز کے لئے قتل وخودکشی کے واقعات میں کمی تو آئی ہے، لیکن اب بھی حالت یہ ہے کہ نیشنل کرائم بیورو کے ریکارڈ کے مطابق 2014 سے 2016ء کے درمیان تین سالوں میں جہیز کی وجہ سے تیس ہزار سے زیادہ اموات ریکارڈ ہوئیں، یہ وہ ریکارڈ ہے جو حکومت کے علم میں ہے، لیکن ایسی اموات جو جہیز کی وجہ سے ہوئیں اور حکومت کے علم میں نہیں ہیں، اندیشہ ہے کہ ان کا تخمینہ مذکورہ ریکارڈ سے بھی زیادہ ہوگا۔

چند روز قبل ایک کی لڑکی عائشہ کی خودکشی کی جو ویڈیو سامنے آئی ہے، اس کی جڑ بھی جہیز کا مطالبہ اور سسرال کے افراد کی جانب سے بدسلوکی ہے، اس لرزہ خیز واقعہ پر جس قدر افسوس کیا جائے، کم ہے، اور وہ بھی ایسے لوگوں کی جانب جو اللہ اور اس کے رسول کا نام لیتے ہوں اور خود کو مسلمان کہتے ہوں، اس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری اور ہندوانہ رسوم ورواج سے قربت ہے اور اس رسم کو بھی جڑ سے تبھی مٹایا جاسکتا ہے، جب نہ صرف شادی بیاہ میں بلکہ پوری زندگی میں اسلامی تعلیمات کو اپنایا جائے۔

اس موقع پر بعض افراد کی طرف سے جس طرح جہنمی ہونے کی بات کہی گئی ہے اور کہی جا رہی ہے، وہ بھی نہایت افسوسناک ہے، کسی برے فعل کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس پر جہنم کی سزا ہے، لیکن کسی متعین فرد کے بارے میں جہنمی ہونے کی بات کہنا نہایت خطرناک اور خدائی اختیار میں شریک ہونا ہے، کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں، اس کا حتمی فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اختیار میں ہے، ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم برے افعال کے نتائج وعواقب اور اس پر قرآن وحدیث میں وارد ہونے والی سزا سے ڈرائیں، لیکن کسی برے فعل کے مرتکب پر جہنمی ہونے کا حکم لگانا بہت جسارت اور جرأت کی بات ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ برے فعل کے مرتکب کو تو اپنی رحمت سے بخش دیں اور بے جا جسارت کے

جرم میں اس کو پکڑ لیں، یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ کیا واقعہ کسی نفسیاتی بیماری کی وجہ سے تو پیش نہیں آیا؟ ایسے میں انسان معذور ہوتا ہے۔

مقامِ افسوس بھی ہے اور لائق حیرت بھی کہ بہت سے مسلمان بھی اب اس کا شکار ہورہے ہیں، لائق حیرت اس لئے کہ خودکشی بنیادی طور پر ایمان کی کمزوری یا اس سے محرومی کی وجہ سے کی جاتی ہے، جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو، یقین کرتا ہو کہ خدا دشواریوں کی سیاہ رات سے آسانی اور اُمید کی صبحِ نو پیدا کرسکتا ہے، جو شخص تقدیر پر ایمان رکھتا ہو کہ خوش حالی اور تنگ دستی اور آرام و تکلیف اللہ ہی کی طرف سے ہے، صبر و قناعت انسان کا فرض ہے، اور جو آخرت پر ایمان رکھتا ہو کہ زندگی کے مصائب سے تھکے ہوئے مسافروں کے لئے وہاں راحت و آرام ہے اور زندگی کی آزمائشوں سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کے لئے اللہ کی پکڑ اور عذاب، وہ کیسے مشکل وقتوں میں خدا کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رکھنے یا بارگاہِ ربانی میں دست سوال پھیلانے اور خدا کی رحمت سے اُمید رکھنے کے بجائے مایوس ہوکر اپنے آپ کو ہلاک کرلے گا؟؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ خودکشی کے اخلاقی اور سماجی نقصانات لوگوں کو بتائے جائیں، سماج میں لوگوں کی تربیت کی جائے کہ وہ تنگدستوں اور مقروضوں کے ساتھ نرمی اور تعاون کا سلوک کریں، گھر اور خاندان میں محبت اور پیار کی فضا قائم کریں اور باہر سے آنے والی بہو کو محبت کا تحفہ دیں، رسم و رواج کی جن زنجیروں نے سماج کو زخمی کیا ہوا ہے، ان کو کاٹنے کی کوشش کریں، شادی، بیاہ کے مرحلوں کو آسان بنائیں، اور جو لوگ ذہنی تناؤ سے دوچار ہوں اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہوں، ان میں جینے اور مسائل و مشکلات سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ پیدا کریں، کہ بقولِ حضرت کلیم:

سلگنا اور شئے ہے جل کے مر جانے سے کیا ہوگا
ہوا ہے کام جو ہم سے وہ پروانوں سے کیا ہوگا

جامعہ کے شب وروز

حضرت مولانا احسان اللہ غنی صاحب

تقریبِ ختم بخاری شریف وختم قرآن پاک للبنین:

۲۸فروری ۲۰۲۱ء بروز اتوار کو جامعہ میں تقریب اختتام بخاری شریف وختم قرآن کریم کا انعقاد بڑے تزک واحتشام کے ساتھ کیا گیا۔اس عظیم الشان تقریب میں مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ٹھٹھوی خلیفہ مجاز پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبد الواحد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ،مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ تھے۔ بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس بھی حضرت نے ہی دیا۔

اس تقریب سعید میں خواص وعوام، دونوں نے بڑے پیمانے پر شرکت کی اور تقریب کے اختتام تک ذوق وشوق سے شریک رہے، اور جامعہ کی خدمت ومحنت کو خوب سراہا۔

امسال دورہ حدیث سے فارغ ہونے والے علماء کرام کی تعداد اٹھائیس (28) ہے۔جن کا تعلق ملک پاکستان کے مختلف علاقوں سے ہے۔جبکہ شعبۂ حفظ سے فراغت حاصل کرنے والے حفاظ کرام کی تعداد چالیس(40) ہے۔ اور تجوید للحفاظ کورس سے چھ(06) قراء نے فراغت حاصل کی ۔ان تمام طلباء کرام کی دستار بندی کی گئی اور دورۂ حدیث سے فراغت پانے والوں کو اجازتِ حدیث شریف مرحمت فرمائی گئی۔

اس تقریب میں مختلف نعت خواں حضرات نے اپنی آواز کا سحر جگایا، جبکہ قراء حضرات نے اپنی منفرد اصوات کے ساتھ لوگوں کے قلوب کو جلا بخشی۔ اس تقریب پر نور کا اختتام جانشین پیر طریقت حضرت مولانا

مفتی عاصم عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی پرسوز دعا کے ساتھ ہوا۔

تقریب ختم بخاری شریف وختم قرآن پاک للبنات:

۲۵فروری ۲۰۲۱ء بروز جمعرات جامعہ کے شعبۂ بنات میں بھی اس تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں بخاری شریف کا آخری سبق حضرت مفتی قاسم امیر صاحب دامت برکاتہم نے پڑھایا۔ اس کے بعد فارغ التحصیل ہونے والی بچیوں کی خمار و دوپٹہ پوشی کی گئی۔دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والی بچیوں کی تعداد دس(۱۰) ہے، جب کہ حفظ قرآن مکمل کرنے والی بچیوں کی تعداد پانچ (۵) ہے۔

سوانح حیات:

پیر طریقت رہبر شریعت و بانی جامعہ حمادیہ حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمہ اللہ کی زندگی بلاشبہ ایک عظیم زندگی تھی۔ پوری زندگی تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہے اور ایک مسافر کی طرح زندگی گذار کر عالم بالا کو سُدھار گئے۔ ان کی زیست ایک مثل تھی ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے جو سیدھے راستے کے متلاشی ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہم بھی احکام خداوندی اور سنت رسول اللہ ﷺ کو حرز جان بنالیں۔ان کی زندگی کے گوشوں کو صفحات میں قید کر کے دنیا تک پہنچانا ناگذیر تھا لہٰذا اسی سوچ کو لیکر ان کے وارثان نے ان کی سوانح حیات لکھنا شروع کی جو کئی کٹھن مراحل اور مشکلات سے گذر کر بالآخر شائع ہوکر منظر عام پر آگئی۔

اس تقریب ختم بخاری شریف میں اس ”سوانح حیات“ کی بھی تقریب رونمائی کی گئی ۔اس کے بعد لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس کو خریدا اور اس کاوش کو سراہا۔

مسجد کی توسیع:

نمازی حضرات وطلباء کرام کی کثیر تعداد کے پیش نظر جامع مسجد حمادیہ کی توسیع کی ضرورت پیش آگئی ہے۔اس لیے برآمدے کو بھی اندرونی ہال میں ضم کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ وضو خانہ و تالاب(حوض)

کی بھی تعمیر نو کی جارہی ہے۔اس سلسلے میں قارئین کرام سے تعاون کی اپیل ہے۔اس توسیع کا خرچہ جس کا اندازہ لگایا جارہا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

تعمیر مسجد و وضو خانہ مع مزدوری: 2,500,000روپے(پچیس لاکھ روپے)

کھڑکیاں، دروازے وتزئین مع مزدوری: 500,000روپے(پانچ لاکھ روپے)

مسجد کا رنگ و روغن مع مزدوری: 700,000روپے(سات لاکھ روپے)

مشینی کینٹین و چائے مشین:

جدید درس گاہوں میں طلباء کرام کی ضرورت کے پیش نظر مشینی کینٹین و چائے کی مشین نصب کی گئی جو عموماً ہسپتالوں میں لگی نظر آتی ہیں۔ یہ جدید مشینیں ہیں جن سے طلباء مختلف طریقوں سے کھانے و پینے کا سامان خرید سکتے ہیں اور چائے بھی خرید کر پی سکتے ہیں۔اس مشین کے لگانے کا سبب یہ تھا کہ طلباء کرام کو ان ضروریات کیوجہ سے باہر جانے کی ضرورت نہ پڑے وہ یہ چیزیں جامعہ سے ہی خریدلیں۔

قدیم فضلاء کرام سے ملاقات:

بعد از اختتام تقریب بخاری شریف تقریباً چار(۴) بجے صدر و مہتمم جامعہ حضرت مولانا قاسم عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جامعہ کے قدیم فضلاء کے ساتھ ایک ملاقات کا پروگرام طے کیا تھا تاکہ قدیم فضلاء کرام سے مل کر ان سے تعارف وان کے احوال معلوم کیے جاسکیں اور ان کو مشورے دیے جاسکیں۔

قدیم فضلاء کرام کے اجلاس میں کثیر فضلاء کرام نے شرکت کی۔ اس میں حضرت مہتمم صاحب نے بیان فرما کر ان کو اپنے قیمتی نصائح سے نوازا، ہر ایک سے تعارف سُنا۔اس کے بعد جامعہ کے اساتذہ کرام حضرت مولانا توصیف احمد صاحب و مولانا احسان اللہ غنی صاحب (راقم الحروف) نے ان فضلاء کرام سے مختصر بات کی۔ پھر ان فضلاء کرام کو حضرت مہتمم صاحب کے ہاتھوں کتابوں کا ہدیہ و ماہنامہ الحماد کا مارچ 2021 کا شمارہ پیش کیا گیا۔

دارالافتاء

آپ کے مسائل کا شرعی حل

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

کیا فرماتے مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں !

سوال: زید وقتاً فوقتاً عمرو کے پاس کچھ رقم رکھواتا رہتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ جب مجھے ضرورت ہو تو میں لیا کرونگا تو عمرو ان پیسو کو کبھی کاروبار میں لگاتا ہے اور کبھی خرچ کرتا ہے اور زید کے مطالبہ پر اپنی طرف سے رقم دیتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور ایسے پیسوں سے اگر منافع ملے تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً و مصلیا

دور حاضر میں ایسی رقم کو استعمال کرنے کی دلالۃ اجازت ہے لہٰذا اس رقم کو ذاتی استعمال میں لانے کی گنجائش ہے تاہم اس صورت میں رقم امانت نہیں رہتی بلکہ قرض بن جاتی ہے جو مطالبہ پر بہرصورت واپس کرنا لازم ہے تاہم اگر زید نے اس رقم کے استعمال سے صراحۃً منع کیا ہو یا کہیں دلالۃ بھی اس کی اجازت نہ ہو تو اس رقم کا ذاتی استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا اور اس صورت میں عمرو کی غلطی کے بغیر اس رقم کے ضائع ہونے کی صورت میں زید اس کے تاوان کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتا ہے۔

سوال: میں جنرل پروڈکٹس فراہم کرتا ہوں اور چائنا سے امپورٹ کرتا ہوں اور کچھ مقامی طور سے تیار کرواتا ہوں۔ ان میں عموماً ایڈمن پروڈکٹس ہوتی ہیں مثلاً کرسیاں، ڈسٹبن اسی طرح کچھ

تحائف کی چیزیں جیسے رمضان گفٹ وغیرہ ،میں یہ سامان مختلف کمپنیوں اور آفسز کو فراہم کرتا ہوں۔

اب کچھ بینک بھی مجھ سے سامان خریدنا چاہتے ہیں ۔مثلاً میزان بینک، فیصل ،ایم سی بی ، یو بی ایل الفلاح وغیرہ۔

ان میں کچھ اسلامی اور کچھ مروجہ بینک ہیں ۔

کیا میں اپنا سامان ان کو فروخت کر کے نفع کما سکتا ہوں۔

الجواب حامدا و مصلیا

آپ کے سوال پر غور کیا گیا جس کے بعد جواب یہ ہے کہ اسلامی بینک مثلاً میزان بینک کو سامان فروخت کرنا اور اس پر نفع کمانا بلاشبہ جائز ہے البتہ مروجہ سودی بینک کا جہاں تک تعلق ہے تو واضح ہو کہ آپ کا سودی لین دین سے کوئی تعلق نہیں نیز ان بینکوں کے پاس اکثر عوام کا مال ہے جو حلال ہے البتہ سودی معاملات کو انجام دینے کی وجہ سے اس میں سود کی بھی کچھ مقدار شامل ہوتی ہے لہٰذا اگر کنونشنل بینک واقعی اس اکاؤنٹ سے آپ کو ادائیگی کرتا ہے جس میں اکثر اور غالب حصہ حلال ہے تو اس کی گنجائش ہے تاہم چونکہ اس میں سود کی کچھ نہ کچھ مقدار شامل ہوتی ہے اس لیے احتیاط بہتر ہے ۔واللہ اعلم بالصواب

علوم قرآنیہ ونبویہ کے شائقین کے لئے

بشارت عظمیٰ

بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طلبا وطالبات کورس کر کے سند حاصل کریں۔
اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ ہر مسلمان کی اولین ضرورت

ششماہی
ترجمہ ومطالعہ قرآن کورس

ششماہی
فہم تجوید کورس

پراسپیکٹس وداخلہ کے لئے خواہشمند طلبا وطالبات فوری رابطہ کریں۔

اوپن علوم قرآنیہ ونبویہ اکیڈمی
العُثمانی

رابطہ نمبر
0314-5233207 - 0334-5761474

رابطہ آفس نیو کشمیر مارکیٹ، بالائی منزل۔ سپلائی بازار۔ راولاکوٹ۔ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

ممبر شپ برائے ماہنامہ الحماد

ماہنامہ الحماد کراچی کی ممبر شپ بذریعہ ڈاک حاصل کرنے کے لیے ہمیں اس فون نمبر، واٹس ایپ نمبر یا ای میل ایڈریس پر مطلع فرمائیں۔

قیمت فی پرچہ =/35 روپے
زر سالانہ =/400 روپے

اکاؤنٹ نمبر: 9-944
مسلم کمرشل بینک
شاہ فیصل کالونی برانچ کوڈ 1036

خط وکتابت، مضامین ومقالات نیچے دیئے گئے پتے، واٹس ایپ نمبر یا ای میل پر ارسال فرمائیں۔

پتہ
ماہنامہ الحماد کراچی
پوسٹ کوڈ نمبر 75230 (پاکستان)
شاہ فیصل کالونی نمبر ۲ کراچی
+92-300-1201016

Mahnama@JamiaHammadia.com
+92-300-1201016 +92-300-1201016

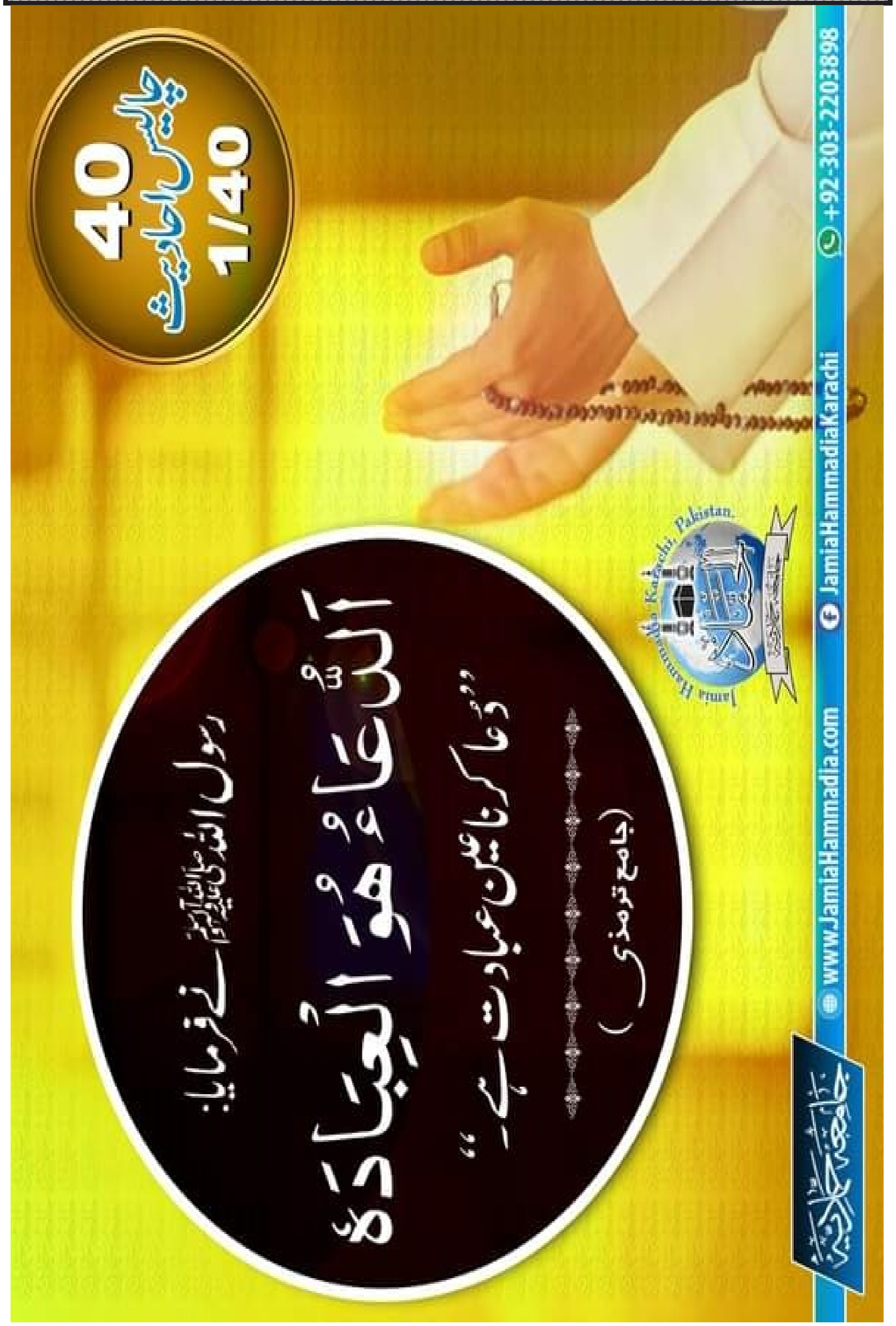
40
چالیس احادیث
1/40
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ
"دُعا کرنا عین عبادت ہے۔"
(جامع ترمذی)
www.JamiaHammadia.com
JamiaHammadiaKarachi
+92-303-2203898
Jamia Hammadia Karachi, Pakistan.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال اس دانے جیسی ہے، جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے (یعنی سات سو گنا اضافہ کردیا جائے) اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے (اس سے بھی زیادہ) بڑھا چڑھا کر دے۔" (البقرۃ: 261)

طلباء کرام اور نمازیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جامع مسجد حمادیہ میں

توسیع

مخیر حضرات سے جوق در جوق تعاون کی استدعا ہے۔

کا مرحلہ جاری ہے۔

تخمینہ تقریباً	تخمینہ تقریباً	تخمینہ تقریباً
تعمیر مسجد وضو خانہ	کھڑکیاں دروازے مع تزئین	مسجد کا رنگ وروغن
(روپے) 2,500,000	(روپے) 500,000	(روپے) 700,000
مع مزدوری	مع مزدوری	مع مزدوری

جس میں بفضلہ تعالیٰ دن میں پانچ دفعہ سینکڑوں افراد بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوتے ہیں۔
آیئے اس عظیم صدقہ جاریہ میں اپنا حصہ ملایئے اور آخرت میں عظیم مرتبہ ومقام پایئے۔

قیامت کے روز جن 7 افراد کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش کا سایہ نصیب فرمائینگے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے،
جس کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے گھر کی محبت بسی ہو۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ ﴿صحیح البخاری﴾

آن لائن ٹرانسفر کرنے کے لئے

Bank:	Habib Bank (HBL) حبیب بینک	بینک:
A/c No.:	11030006425803	اکاؤنٹ نمبر:
IBAN:	PK 63 HABB 0011030006425803	آئی بین:
A/c Title:	JAMIA HAMADIA	اکاؤنٹ ٹائٹل:

جامعہ حمادیہ کراچی پاکستان

www.JamiaHammadia.com
Write@JamiaHammadia.com
Fatwa@JamiaHammadia.com
@JamiaHammadia

+92-334-0037660
+92-303-2203898
JamiaHammadiaKarachi

دفتر +92-21-34571263
دفتر +92-21-34685378
دارالافتاء +92-21-34582143

Donation@JamiaHammadia.com

آپ اپنے آن لائن ٹرانسفر کردہ عطیات، صدقات وزکوٰۃ کی رسید بذریعہ ای میل حاصل کرنے کے لئے مذکورہ ای میل ایڈریس پر مطلع فرماکر رسید بذریعہ ای میل حاصل کرسکتے ہیں۔

Monthly
Karachi
Al-Hammad
REGD. No. M.C 898

حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

اُستاذ ورئیس دارُالافتاء جامِعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
فاضل جامِعۃُ العلوم الاسلامیّہ علاّمہ بنوری ٹاؤن کراچی

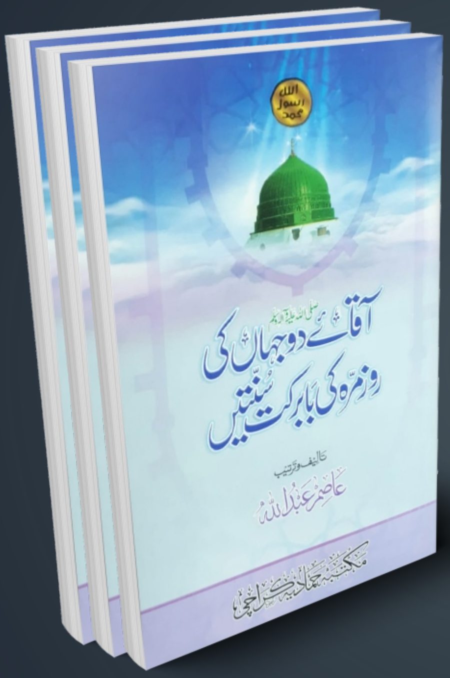

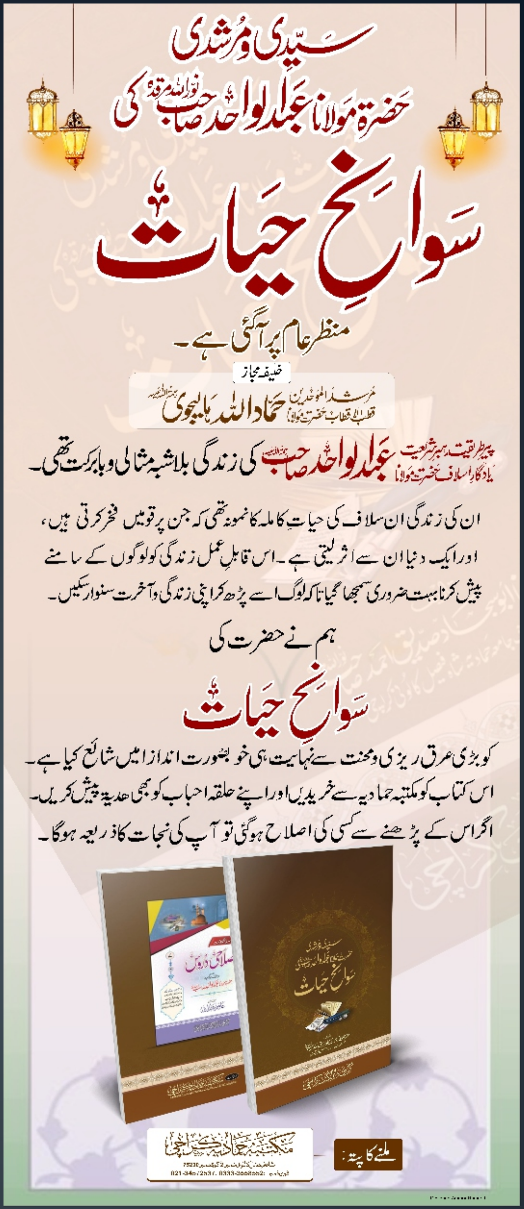

آقائے دوجہاں ﷺ کی روزمرہ کی بابرکت سُنّتیں

اپنے موضوع پر یہ ایک شاہکار کتاب ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے روز و شب کے اعمال و معمولات، اوراد و وظائف اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق سنتیں نہایت دلنشین انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ حمادیہ کراچی
شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کوڈ نمبر 75230
فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552

Ammar Hameed